

نصرت اللہ روح فریب

انتصار الشریعہ

نمبر جلد ابابت ماہ نومبر ۱۹۳۳ء

جسکو

مخاکار سید اصغر حسین مہتمم رسالہ ہوائے

maablib.org

مطبعہ دلفریب مین چمپو اکر

لکھنؤ منصور نگر قریب کاظمین سی شائع کیا

تیسری پرچہ ۵



# حضرت ناظرین!

ہدایت افسوس سے ہم آپ کو یہ خبر جان گسل سنا تے ہیں کہ مجمع خیر و حسنات جناب سید محمد سکرئی صاحب صدر نشین انجمن گلشن مرتضوی و مولف انتصار الشریعہ نے ۱۹۹۲ء میں عیسوی کو بسبب عوارض فرسہ کے دہر عہد سے کنارہ کشی کر کے جنتہ النملہ کے راہی ہو سید صاحب کے حالات زندگی جو صد ہا امور خیر کے اجراء اشاعت سے ملاحظہ آتے ہیں ایسے نہیں کہ ہم دو چار سطروں میں تمام کر دیں بلکہ کسی آئندہ نمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ ادھین غرناظرین کریں گے اس وقت ہم اپنے معزز ناظرین کو اس امر کا اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ انتصار الشریعہ انشاء اللہ مستعان بدستور جاری رہے گا اور اس کی اشاعت خداوند عالم پر توکل کر کے ہم نے اپنے ذمہ لی ہے۔

ایہیں افسوس ہے کہ اس نمبر کی اشاعت میں حد سے زیادہ تعویق واقع ہوئی اور ناظرین کو بہت انتظار کرنا پڑا لیکن آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس جدید انتظام میں کتنی ترقی پیش آئی ہوگی۔

چونکہ اکثر ناظرین کی یہ رائے ہے کہ نصیحۃ الشیعہ کی عبارت متن میں لکھی جائے حاشیہ پر نہ ہوتا ہم نے اس کے ارشاد کی تمیل ضروری سمجھا اس نمبر سے یہی التزام کر لیا ہے لیکن چونکہ حدیث نمبر اول انتصار الشریعہ کے پہلے جز میں شروع ہو گئی تھی اسلئے اس کا بقیہ اسی عنوان سے لکھنا پڑا جو سابق کا تھا خیر الیٰ چھاپہ کا غلط دغیرہ کے متعلق جو شکایت تھی یقیناً کہ اس نمبر کے ملاحظہ سے وہ سب دفع ہو جائیگی اگرچہ چند مترخیز اردن تحریر فرمایا تھا کہ در صورت عہد غلطی کا وہ صفائی چھاپہ قیمت سالہ میں بھی اضافہ کر دیا جائے لیکن ہم بار بار ایک مقرر شدہ قیمت میں اضافہ کرنا پسند نہیں کرتے۔

سید اعصر حسین

ادفوری ششمنع



## چشم دید حالات مناظرہ بھرہ سادات

چونکہ ہمیں بھی اس مناظرہ میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے اس باعث سے ہم از دے وقائع نگاری اپنا فرض سمجھتی ہیں کہ تفصیلی حالات سے اس مناظرہ کے اپنے مغز ناظرین کو مطلع کریں اگرچہ انتصار الشریعہ کا یہ نمبر بابت ماہ نومبر ہے اور یہ واقعہ ابتداء ماہ جنوری کا ہوا ہے اسلئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ ہم ان حالات کو ماہ جنوری کے نمبر میں لکھتے مگر چونکہ ہم سے اکثر حضرات مستفسر ہوتے ہیں اور یہ نمبر بھی ماہ فروری میں شائع ہوتا ہے اسلئے اسی کے صفحات میں ہمیں مجبوراً ناچار ہی قبل اسکے ہم جلسہ کی کارروائی لکھیں مناسب سمجھتی ہیں کہ ناظرین کی اس جلسہ کی انعقاد کی بنا سے آگاہ کر دیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب سنی المذہب ساکن سہیلہ ضلع مظفرنگر جو قوم پر زادوں سے ہیں انھوں نے کچھ دنوں مدرسہ دیوبند میں تحصیل علم کر کے اپنے قریب جوار کے عوام شعور نہیں ہی تحفہ کے مضامین بیان کرنا شروع کیے اور آخر کار نوبت یہ ہوئی کہ ایک جلسہ مقام سہیلہ میں جس میں زیادہ تر عوام اہل سنت جمع ہو گئے کسی پنجابی شیعہ صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کے بحث ہوئی جس میں مولوی صاحب نے کشف النعمہ سے وہی اپنی حدیث پیش کی جو ابن جوزی سنی مذہب کی کتاب صفوۃ الصنائین مذکور ہو اور جس بار تین یہ روایت مذکور ہے اسے صاحب کشف النعمہ نے نقل فرمایا ہو اور اس روایت میں نام مولانا علیہ السلام کی زبانی خلیفہ اول کو صدیق ظاہر کیا ہے چونکہ خود مولوی محمد قاسم صاحب نے



کتاب کشف النور کو دیکھا بھی تھا اسلئے اپنے اون علما کی تحریروں پر جنہوں نے غفلت یا غافلی سے روایت مذکور کو روایات علماء اہل تشیع سے ظاہر کیا ہو اعتماد کر کے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ شیعوں کی روایت سے خلیفہ اول کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے نیز بیچ البلاغہ کا خطبہ لشکر بلاد فلان الحمد کہ جس سے مولوی شاہ عبدالغفر صاحب نے خلیفہ صاحب کی تعریف ثابت کرنا چاہی ہو حالانکہ وہ مین معاملہ عکس ہی پیش کیا اگرچہ اس جلسہ میں عوام اہلسنت کی کثرت تھی اور بجا و باؤڈا لے جاتے تھے لیکن جناب مولوی محمد حسن صاحب نے بلا خوف و ہراس مولوی محمد قاسم صاحب کو معقول جواب دئے اور جلسہ برخواست ہوا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اسکے بعد یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ مینے شیعوں کو قائل کر دیا اور وہ جواب سے بالکل عاجز و درماندہ ہو گئے چونکہ اس غلط واقعہ امر کی شہرت سے ممکن تھا کہ عوام میں غلط فہمی پیدا ہو اسلئے سید سجاد حسین صاحب کس بیرونہ سادات شیعہ مظفر نگر نے ازراہ حمیت دینی مولوی محمد قاسم صاحب کو بذریعہ ایک قلم کے اعلیٰ حالات جلسہ مناظرہ لکھ کر متنبہ کیا کہ آپ ان واقعات کو غلط طور پر کیوں مشہور کرتے ہیں نیز اس قلم میں وہ حدیث صحیح مسلم لکھی جس کے امیر المؤمنین کے نزدیک حضرات نجین کا اون اوصاف سے عدم اتصاف ثابت ہوتا ہے جسٹریہ حضرات اپنی کوتاہی سے کہتے تھے یہ حدیث اس امر کے اظہار کے لئے لکھی تھی کہ حبس وقت امیر المؤمنین علیہ السلام کے نزدیک بموجب روایت صحیح مسلم نجین گا ایسے اوصاف سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے تو بھلا کیسے ممکن ہو کہ امیر المؤمنین کے پوتے (امام محمد باقر علیہ السلام) حضرت خلیفہ اول کو صدیق جانتے ہوں۔ اسکے جواب میں مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک درد رق کا قلم لکھا جس میں مناظرہ کے بابت تو ایک حوت بھی تحریر فرمایا ہاں حدیث صحیح مسلم کے متعلق نیز غم خود کچھ جواب رقم کیا کہ جبکہ رو میں سید سجاد حسین صاحب نے ایک مبسوط رسالہ تیار کر کے مولوی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہا لیکن مولوی صاحب نے اس کے لینے سے انکار کیا بالآخر جب انکی ہم ذمہ حضرات اویسر ذور ڈالا تو بہر اذرا بی ایک عرصہ کے بعد وہ رسالہ لیا اور اپنی خطا کے اصرار



و تاکید سے اس سال کے بظاہر جواب میں نے بھی ایک سالہ تحریر فرمایا جو کہ یہ سلسلہ تحریر  
 طول پڑ گیا تھا اور خیال ہوتا تھا کہ آئندہ بھی ختم نہ ہو گا اور کوئی معقول نتیجہ ظاہر ہو سکے گا  
 اس لیے فریقین (مولوی محمد قاسم صاحب سید سجاد حسین صاحب) میں باہم یہ طے پایا کہ علمائے  
 فریقین کا ایک جلسہ مقام پیرہ سادات منعقد کیا جائے جن میں سے پانچ پانچ علمائے مہربان پانچ منتخب  
 کے جائیں اور ان کے سامنے تحریرات فریقین پیش کر کے یہ استدعا کی جائے کہ وہ  
 منصفانہ طور پر باہم بحث کر کے یہ نتیجہ نکالیں کہ آیا مولوی محمد قاسم صاحب نے سید سجاد حسین صاحب کی  
 تحریر کو درحقیقت میں صحیح اور رد کر دیا ہو یا نہیں در صورت اولی سجاد حسین کو مع علماء و دیگر  
 حاضرین جلسہ لازم ہو گا کہ تبدیل مذہب کر کے مذہب حضرات اہلسنت قبول کریں اور مولوی  
 محمد قاسم کو زجر جہانہ ادا کریں اور در صورت ثانیہ محمد قاسم صاحب کو یہ سب باتیں لازم ہوگی  
 فریقین میں بھی طوطی ہو گیا تاکہ کچھ ہندو عیسائی جو عربی دان ہوں انفسران جاہل مقرر ہوں  
 حکم دیگر حضرات اہلسنت کے منقول کرنے سے یہ امر وقوع پذیر نہ ہو سکا (غرض کہ اس  
 جلسہ کی کارروائی کے متعلق مشورت و پسندیدگی فریقین ایک دستور العمل مرتب ہوا اور ہر دو  
 فریق نے اس پر اپنی دستخط ثبت کئے اور ۱۰ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۵ھ حال تاریخ انعقاد جلسہ  
 مقرر ہوئی۔

اب حالات جلسہ سننے کے تاریخ جلسہ سے دو مہینہ پیشتر علمائے اہل تشیع مختلف  
 مقامات سے تشریف لا کر پیرہ سادات میں مقیم ہوئے کہ جلسہ کے مونی بنے اپنا فرض سمجھ کر ان  
 حضرات کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھانے کا اس سب طرح علمائے حضرات اہلسنت قبل از تاریخ  
 جلسہ تشریف فرما ہو کر مقام گردولی میں فروکش ہو کر جو پیرہ سادات سے میل فریسل فاصلہ پر ہو  
 لیکن چونکہ وہاں کی ایسا مکان میانیں کیا گیا تھا جس میں علماء و موصوفین باسائیں سنگین ہو سکیں اس  
 باعث سے کچھ اعلام خباب مولوی سید غلام حسین صاحب (مترجم قانون شیخ) نے علماء اہلسنت کے  
 پاس دستاویز طور پر بھیجا کہ ہمیں نہایت مسرت ہوگی اگر آپ حضرات اسی مکان میں تشریف لائیں



پیش کرنا منظور تھے اور کی فہرست قبل ہے دیدیجاتی مگر ہم اس وقت بھی اجازت دیتے ہیں کہ ان کو  
جن کتب کی توثیق کرنا ہو ان کے اسماء لکھ دیں کہ ہم اپنے علماء موجودین سے توثیق با تضعیف  
کرادیں مگر ہر وقت جانچ ان جزوی مباحث میں تفسیر اوقات نہو، مگر حضرات اہلسنت  
کی طرف سے تا شروع جلسہ کسی ایک کتاب کا نام بھی ظاہر کیا گیا۔ ۲۶ جمادی الثانیہ (تاریخ  
جلسہ) چونکہ روز جمعہ واقع ہوا تھا اس باعث سے حضرات علمائے اہلسنت نے عمل سے  
اہل تشیع سے کھلا بھیجا کہ آج جلسہ اس وقت سے شروع ہونا چاہیے جبکہ ہم نماز جمعہ وغیرہ  
فارغ ہو لیں جسکو بخوشی منظور کیا گیا بعد زوال وقت موعود پر میر سجاد حسین صاحب مع بعض  
دیگر سادات کے حضرات علمائے اہل تسنن کے استقبال کے لئے گئے حضرات علمائے  
مع ایک کثیر گنہم مذہب جماعت کے جاے ورود سے باہر تشریف لاکر مقام  
مناظرہ سے تھوڑے فاصلہ پر متوقف ہوئے اور میر سجاد حسین صاحب سے کہا کہ جلسہ  
کے لیے یہ کاشادہ مقام پر ہونا چاہیے جہاں ہمارے ساتھ کے سب لوگ شریک  
ہو سکیں، جو ابدیہ کہ اول تو یہ امر دستور العمل کے خلاف ہے ایسے کہ اوس میں منہج  
کہ علماء کے صرف پچاس پچاس اشخاص فی حقین سے کہ جو صاحب دو منزل ہونگے  
شریک ہو سکیں دوسرے کہ ایک علمی جلسہ ہے اوس میں ان عوام الناس کو شریک ہونے  
کیا لطف حاصل ہو سکے گا بلکہ ممکن ہو کہ ان لوگوں کی جہالت کے سبب کوئی برہمی جلسہ  
میں پیدا ہو نہ مناسب بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات اپنے ہمراہیوں سے صرف  
پچاس اشخاص منتخب کر لیں جیسا کہ ہمارے علمائے کیا ہے، حضرات اہلسنت نے  
اس امر کو قبول نہ کر کے پہلے قول پر اصرار کیا جسکے جواب میں آخر کو سید صاحب نے کہا کہ اگر  
آج کچھ اور خیال ہماری طرف سے ہے تو ہم اپنی طرف کے پچاس اشخاص بھی  
جلسہ میں شامل کرینگے بلکہ ہماری طرف کے صرف علماء جلسہ میں آئینگے اور آپ حضرات  
مع پچاس اشخاص کے تشریف لیجلیں مگر حضرات علمائے سے بھی منظور کیا اور کہا کہ اگر ہمارے



ساتھ کے تمام لوگ شریک جلسہ نہ ہو گئے تو ہم بھی نہ شریک ہو گئے، اسی اثنا میں  
منشی نصارت حسین خان سب انسپکٹر بھی بغرض خاغت و انتظام کے آئے تھے  
اور وہ بھی حضرات علما کو سمجھاتے رہے کہ عوام کا ایسے جلسہ میں شریک کرنا خلاف مصلحت  
لیکن علما اپنے ہی قول پر گئے رہے اور بالاخر قریب بغروب آفتاب اپنے محل درود کو  
واپس تشریف لے گئے۔

اگرچہ اس واقعہ سے عوام اہل تشیع کو بہت خوشی ہوئی خاص کر اس بہت سے کہ دستور العمل  
کی ایک دفعہ میں بصراحت تمام یہ مندرج تھا کہ جو فریق تاریخ معین پر اپنے علما کو شریک  
جلسہ کر سکے گا وہ مغلوب سمجھا جائے گا لیکن ہمیں اس جبر دی غلبہ سے کچھ انبساط نہ تھا بلکہ تاسف  
ہوتا تھا کہ جس غرض کیلئے اتنی رحمت گوارا کر کے آئے ہیں وہ فوت ہوتی ہے حضرات  
اہلسنت نے اپنے محل درود پر چھوٹ کر کچھ خود اپنی رائے پر شور و امل کیا کچھ اپنے ہم  
مذہب اشخاص کی افہام و تفہیم سے ایسا اثر ہوا کہ اپنی پیشتر کی رائے واپس لی اور بعد  
نماز مغرب سید سجاد حسین صاحب کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اگر کل جلسہ کیا جائے تو ہم صرف پچاس  
اشخاص کے ہمراہ (حسب تقاضے دستور العمل) شریک جلسہ ہو گئے لیکن آپ ہمیں ایک تھمض  
ہماری طلب کا شرکت جلسہ کیلئے لکھ دیجئے اگرچہ ایک شعبہ صاحب اس قسم کی تحریر سے مانع ہوئے  
اور اسے خلاف مصلحت کہا لیکن سید صاحب نے حضرات علما کے اصرار سے انکار کا موقع نہ کیا اور ایک  
نیتی سے حسب فرمائش حضرات علما رقعہ لکھ لیا اور واپس آئے اب ۲۷ جمادی الثانیہ بروز شنبہ کو  
پھر علی الصباح جلسہ کا سامان کیا گیا علما اہل تشیع جس مکان میں فردکش تھے اس سے پندرہ  
بیس قدم کے فاصلہ پر ایک سرراہ مکان تھا جسکے بیرونی حصہ کے دالان میں فرش کیا گیا  
تھا اور سامنے دالان کے جو زمین تھی اس پر بکیر انصب تھا اگر دو قنات گہری تھی ابھکاران  
ہوسا نے ڈیوٹی (دفتر منشی) میں سرگرم تھے ۸ بجے صبح کو حضرات علما اہلسنت  
پچاس گیارہ اشخاص کے تشریف لانے جبکہ کچھ فاصلہ سے سید سجاد حسین صاحب نے مع بعض دیگر اہل تشیع



استقبال کیا اور با حرم لائق جلسہ میں لاکر تجلیا بیدہ علمائے اہل تشیع اپنے محل روو سے اٹھ کر  
مقام جلسہ میں تشریف لائے اور علمائے اہلسنت کے محاذات میں سنگین ہو کر اسی اثنا میں جن  
جلسہ کے اسماء کی فہرست لکھی گئی حضرات اہلسنت و بچاں اشخاص تھوڑے اہل تشیع مع علمائے قریب کے  
قریب تھے پوس کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ جو اشخاص شریک جلسہ ہوں بعد کارروائی  
شروع ہو جائیں گے اور ان کی آمد و رفت موقوف ہو جائے چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب ساہیو میں  
جو کسی گاؤں کے پواری ہیں چونکہ گہری گہری جلسہ سے اٹھ کر ہر کارروائی کی اور اشخاص کو  
خبر کرنے جاتے تھے جو بیرون جلسہ کسی خاص مقام پر مجتمع تھے اہل پوس نے ان کے ساتھ سخت  
برتاؤ کیا۔ تمام حاضرین جلسہ کی فہرست نہیں دیکھ سکتے بلکہ صرف علمائے فریقین سے جملے  
اسماء معلوم ہو سکے۔ کہتے ہیں۔

علمائے اہل تشیع      حضرات علمائے اہلسنت

جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب دترجم جناب مولوی حاجی احمد علی صاحب مدرس  
قانون شیخ جناب حکیم سید علی اظہر صاحب مدرسہ سہارنپور جناب مولوی محمد حسن صاحب  
خولف ذوالفقار حیدر و کنز مکتوم وغیرہ جناب مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی شفقت  
مولوی شیخ قدح حسین صاحب پروفیسر مدرسہ علی صاحب مدرسہ دیوبند جناب مولوی  
عالیہ سلاسیہ لکھنؤ جناب مولوی زین العابدین صاحب محمد علی صاحب مدرسہ دیوبند جناب  
جناب مولوی محمد حسن صاحب جناب مولوی مولوی محمد حسن صاحب رئیس اربوہ فیض آباد  
محمد حسین صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب آباد جناب مولوی علامہ صاحب جناب مولوی  
جناب مولوی غلام حسنین صاحب رئیس سہارنپور غلام رسول صاحب پنجابی جناب مولوی  
جناب مولوی محمد حسن صاحب گوگاؤی جناب عبدالعبود صاحب ٹلہ جناب بوکھتات مولوی  
مولوی نصر حسین صاحب گوگاؤی۔ عبدالحی صاحب کنوی فرنگی علی۔

بعد تقسیم اپن فارطہ لے کر ہو کر اور جناب مولوی غلام حسنین صاحب دترجم قانون شیخ



نے افتتاح جلسہ کے متعلق ایک تقریر کرنا چاہیے لیکن قبل کلام شروع کرنے کے افسر پولس نے بادوب  
عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل از آغاز جلسہ اپنے فرض منصبی کو ادا کروں لہذا آپ مجھے توقف  
فرمائیں بعدہ پولس نے سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم صاحبان سے کہا کہ قبل از آغاز جلسہ آپ  
دونوں حضرات کہ جو بانی جلسہ شمار کئے جاتے ہیں ہمارا اطمینان کرادیں کہ اس جلسہ میں عنایت الہیہ  
کسی قسم کا ہنگامہ و فساد نہ ہوگا سید سجاد حسین صاحب یہ سنکر اسیٹادہ ہوئے اور علمائے اہل  
تشیع و دیگر شیعہ حضرات سے مخاطب ہو کر نہایت مودبانہ حیثیت سے دست بستہ ہو کر کہا۔

”یہ جلسہ حسن اتفاق سے بہ نیک نیتی بغرض احقاق حق منعقد ہوا ہے اور  
حضرات علمائے فریقین نے ایک دینی کام سمجھ کر اس میں تشریف آوری کی خدمت گوارا  
فرمائی ہے لہذا میں اپنے حضرات علماء سے خصوصاً اور دیگر شیعہ حاضرین سے  
عوام دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ حضرات اس جلسہ کا انعقاد چاہتے ہیں  
تو آپ کو اس امر پر آمادہ ہو جانا چاہیے کہ علماء و دیگر حضرات اہلسنت کی طرف سے عنایت الہیہ  
کوئی خلاف شان یا دشمنی بھی کہا جائے تو آپ حضرات اس کے درگزر فرمائیں اور  
صرف اپنے اوس مقصد کے سرانجام دہی پر نظر رکھیں جس کے لئے صعوبات سفر  
اختیار کر کے تشریف لائے ہیں اگر آپ حضرات اس امر پر صدق دل سے آمادہ ہوں  
تو ارشاد فرمادیں کہ افسر پولس کو ہماری جماعت سے پورا اطمینان ہو جائے“

بعد ختم تقریر حضرات علماء و دیگر اہل تشیع شرکاء جلسہ نے حسب استدعاء سید سجاد حسین صاحب  
الفاظ اطمینان بخش ارشاد فرمائے بعد ازاں مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنے معمولی لہجہ اور  
الفاظ میں علماء و دیگر حضرات اہلسنت سے مخاطب ہو کر تقریر سید سجاد حسین صاحب کا  
اعادہ کیا اور حضرات اہلسنت نے بھی مثال اہل تشیع کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس  
کارروائی سے افسر پولس کا بظاہر اطمینان ہو گیا بعد اسکے مولوی منصف علی صاحب نے ایستادہ  
ہو کر ہر دو فریق سے خطاب کر کے ایک تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ۔



و یہ جلسہ بہ نیک نیتی و صفاء قلب محض بغرض حقائق حق برپا ہوا و نہ از جملہ حاضرین جلسہ سے  
التماس ہے کہ جب قدر تقریر ہو وہ سب مہذب ہوا و حضرات اکابرین کے اسما گرامی شکر و تحسین  
آویں اور تحریر فریقین (مولوی محمد قاسم و سید سجاد حسین صاحب) کے متعلق لفظی غلط پر بحث و غرض  
نہ کیا جا حاصل مطالب پر نظر رہے۔

اسکے بعد مولوی غلام حسین صاحب (مترجم قانون شیخ) نے ایک تقریر فرمائی جس کا منشا اظہار اتفاق و اتحاد باہمی تھا بعد ازین جناب  
مولوی خلیل احمد صاحب نے ایک تقریر کی جس میں قریب بن مضامین کا اعادہ کیا گیا تھا جو ذکر قبل مولوی مفتی صاحب  
نے بیان فرمائے تھے اور اس میں زیادہ تر زور دیا کہ کوئی لفظ یا مضمون طرفین سے سخت استعمال کیا جائے بعد  
سید سجاد حسین صاحب نے شرکاء جلسہ کو ایستادہ ہو کر وہ دستور العمل سنایا جو جلسہ کی کارروائی کے  
لئے فریقین نے مرتب کیا تھا اور جو دستخطی مولوی محمد قاسم صاحب تھا کہ پابندی اور اس کے  
شرائط و دفعات کی کارروائی شروع ہو سید سجاد حسین صاحب کے متصل مولوی محمد قاسم صاحب  
بھی کھڑے تھے اور جو نقل دستور العمل کی دستخطی میر سجاد حسین صاحب ذکر پاس تھی اور جو مقابلہ کے  
لئے ہاتھ دینے والے تھے بعض دفعات کے متعلق حضرات علمائے اہلسنت نے کچھ استفسار فرمایا  
اور علمائے اہل تشیع نے ان کے مطالب و مضامین بیان کر دیے اسکے بعد جو گفتگو باہم  
علماء فریقین واقع ہوئی اور سے تعین اسما لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ صرف علمائے اہلسنت  
و علمائے اہل تشیع لکھا جاتا ہے ان یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ جو کچھ مباحثہ ہوا اس میں علمائے  
اہل تشیع کی طرف سے زیادہ تر جناب مولوی حکیم سید علی اظہر صاحب و جناب مولوی سید  
زین العابدین صاحب نے تقریر کی اور علمائے حضرات اہلسنت کی طرف سے زیادہ تر جناب  
مولوی احمد علی صاحب و جناب مولوی مفتی صاحب و جناب مولوی خلیل احمد صاحب  
و جناب مولوی احمد حسن صاحب نے رد و بدل فرمایا تھا ان فرض بعد دستور العمل پڑھے جانے کے  
حضرات علمائے اہلسنت کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ اگر اس عہد نامہ میں کوئی دفعہ سید سجاد  
حسین صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کی نا تجربہ کاری یا جہالت سے ایسی مندرج ہو گئی ہو جو



غیر قابل قبول و عمل بر تواد کے اخراج کے بار میں آپ کیا کہتے ہیں۔

علمائے اہل تشیع کی طرف سے جواب ہوا کہ یہ عہد نامہ چونکہ مکمل ہو چکا ہے اب اس میں کسی قسم کی بحث کرنا مناسب نہیں علاوہ ازیں اس کی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جیسا کہ آپ ارشاد کرتے ہیں بلکہ یہ عہد نامہ ملاحظہ کردہ و مقبول جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہے کہ جنہیں آپ حضرات سزا دینے میں اکل و افضل سمجھتے ہیں۔

جواب کے سید سجاد حسین صاحب نے حسب منشاء عہد نامہ ایک محضرت کیا جس کی عبارت یہ تھی۔

”بپابندی دستور العمل اپنے علمائے شیعہ و دیگر شرکاء جلسہ سے

تصدیق کر کر کے کاغذ پیش کیا جاتا ہے۔ سجاد حسین بقلم خود۔“

اقرار علمائے شیعہ مع دیگر شرکاء جلسہ

اگر سید سجاد حسین کی تحریر بدقت جانچ ایسی ثابت ہو جائے کہ مولوی محمد قاسم ضا کے رد جواب الجواب نے اس کو کج الوجہ باطل کر دیا ہے تو ہم لوگ عدہ کرتے ہیں کہ اپنا مذہب تبدیل کر کے سنی ہو جائے، دستخط علمائے شیعہ۔ دستخط دیگر شرکاء جلسہ۔

جب سید سجاد حسین صاحب نے اس قرار نامہ کو مکمل کر کر پیش کرنا چاہا تو حضرات علمائے اہل تشیع سے مطالب ہو کر نہایت منکسرانہ طور پر کہا کہ دو اول تو ہم نے تحریرات باہمی مولوی محمد قاسم ضا و سید سجاد حسین صاحب کو اس وقت تک نہیں کیا ہے تا نیا انصاف و اتحاد اس امر کا مقتضی نہیں ہے کہ محض مولوی محمد قاسم ضا کی تحریر کے غلط ثابت ہونے سے ہم لوگ بھی تبدیل مذہب پر مجبور کئے جائیں اس طرح ہم آپ حضرات سے بھی یہ نہیں چاہتے کہ آپ تحریر سجاد حسین کے غلط و باطل ثابت ہونے پر تبدیل مذہب پر آمادہ ہوں۔

علمائے شیعہ کی طرف سے جواب ہوا کہ ”آپ حضرات کو تحریرات کا ملاحظہ کرنا مولوی محمد قاسم ضا کا فرض تھا اگر بھی لازم تھا کہ بغیر و تفتیت حالات ملاحظہ و بغیر ملاحظہ کرنے تحریرات و تقریرات کے



اس جلسہ میں شریک ہوئے اور چونکہ مولوی محمد قاسم سید سجاد حسین صاحب کی تحریریں ایک ایسے سکول  
 اسلامی کے متعلق ہیں جو اصل لاصل اختلاف اہلسنت و شیعہ ہے (یعنی خلافت) پس ضرور  
 در صورت ثبوت صحت تحریر احمد فریقین اور سکا مذہب اختیار کرنا عین انصاف و حق پرستی ہو  
 لہذا ہم لوگ اس اپنے دیگر ہم مذہب شرکا جلسہ کے بطیب خاطر و مسدق ل آمادہ ہیں کہ اگر  
 ہم پر یہ ثابت کر دیا گیا کہ تحریر سید سجاد حسین کو مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریرت سن جمیع الوجوہ  
 و حقیقت باطل کر دیا ہے تو ہم اوس وقت سے اپنے مذہب کو ترک کر کے آپ کے زمرہ میں  
 شامل ہو جائیں گے اور در صورت اسکے برعکس نتیجہ ظاہر ہو سکے آپ حضرت کو بھی ایسا ہی کرنا  
 چاہیے اور یہی منشا جلسہ ہوا و معاہدہ سلمہ فریقین ہے نیز کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ ہوسید سجاد  
 حسین صاحب کی تحریر کے اعتماد پر کہ جنہیں آپ بھی جانتے ہیں کہ کوئی ذی علم شخص نہیں ہیں تبدیل مذہب  
 پر آمادہ ہیں کہ آپ مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر پر اعتماد نہیں کرتے کہ جو صاحب لیاقت  
 کہتے جاتے ہیں اس جگہ ہمیں یہ بیان کر دینا ضرور ہے کہ معاہدہ فریقین (سید سجاد حسین مولوی  
 محمد قاسم جٹا) میں ایک یہ بھی فہم تھی کہ اگر کسی فریق کے علمائے برحق با حاشہ بغض اپنے  
 ہم مذہب (سید سجاد حسین یا مولوی محمد قاسم صاحب) کی تحریر باطل ثابت ہونے کی تبدیل مذہب  
 وعدہ کرنے سے انکار کیا تو وہ فریق مطلوب سمجھا جائیگا۔

پس ظہرین خود نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بموجب اس فہم کے غلبہ جانے والا اور حضرات علماء  
 اہلسنت کے تبدیل مذہب کے وعدہ کرنے نے مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کی کیسی وقعت  
 ظاہر کر دی اگرچہ بعد کو حضرات علماء بہت کچھ یوں نکال گئے لیکن اذن تقریر و کلام کی وجہ سے  
 ان حضرات نے محض اپنی بات رکھنے کیلئے فراموش خود اہل فہم نتیجہ نکال گئے۔

ان فرض حضرات اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ وہ اگر بالفرض ہم نے بوجہ باندی عد  
 نامہ تبدیل مذہب فریق غالب کر لیا تو اسی عدنامہ کی دفعہ ۱ کی تعمیل پر یہ کہہ کر خود کوئی کہہ سکتے  
 یہ منہ بوج ہے کہ بعد اظہار نتیجہ جانچ دیگر مسائل میں بحث ہوگی جبکہ بعد اظہار نتیجہ جانچ ایک ہی



دوسرے کا مذہب اختیار کر لیا تو پہلے اختلافی کون اپنی رہے گا لہذا تبدیل مذہب کی دفعہ کو کہ جو دفعہ  
ارے متناقص ہے اس میں سطور العمل سے خارج کر دینا چاہیے۔

علمائے اہل تشیع کی جانب سے جواب ہوا کہ ان دونوں دفعات میں کچھ تعارض نہیں ہے  
بلکہ چونکہ یہ پُر غماہ ہے کہ جو شخص کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو دفعہ اول کے جمیع اصول کے  
کما ہی واقف نہیں ہوتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کے دلیلیں اس مذہب کے اصول کے  
حقائق و دقائق و خوبیاں نقش ہوتی ہیں اس لیے یہ دفعہ اول رکھی گئی تھی تاکہ جب ایک فریق  
دوسرے کا مذہب اختیار کرے تو مناسب یہ ہے کہ مذہب جدید کے جمیع اصول و اختلافی  
مسائل کو بحث و تحقیق کر کے سمجھ لے تاکہ کامل الامان ہو جائے اور اسی لئے اس دفعہ کی  
پابندی لازم نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ علمائے فریقین کو اختیار ہو گا کہ بعد اظہار نتیجہ  
جائے اگر مناسب سمجھیں تو دیگر مسائل اختلافی میں بحث کریں۔

اسی شان میں حضرات اہلسنت سے ایک پنجابی مولوی صاحب اپنی جماعت سے اٹھ کر جو تاپہن  
جلسہ سے باہر جا کھڑے ہوئے اور وہیں سے دونوں فریق کو مخاطب کر کے ایک خارج  
از بحث تقریر کرنا شروع کی جس میں سنی و شیعہ حاضرین جلسہ کو بہت کچھ الفاظ نرم و گرم کہے اور کہا  
”تھا جیونہ میں نیو نکا طرفدار نہ شیعہ نکا بلکہ مجھے دونوں کی حالت پر افسوس ہو رہا ہے  
ارے بھائیو یہ کیا لٹو جھگڑو نہیں پڑے ہو جاو اپنے اپنے کام لگو اسلام کی حمایت کرو“  
مولوی صاحب بظاہر بہت جوش میں ہرے ہوئے تھے اور بڑا طولانی لکچر دیتے معلوم  
ہوتے تھے لیکن حضرات علمائے اہلسنت نے انہیں منع کیا جس کے بعد پھر وہ اپنے  
علماء کی جماعت میں جا کر شامل ہو گئے اور ان کی تائید فرمانے لگے بعد ازیں علمائے  
اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ”ہم چاہتے ہیں کہ بحث اس منہج سے ہو کہ سید سجاد حسین  
کی تحریر کا ہم خود جو ابدین مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کا کچھ اعتبار کیا جائے۔“  
علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ ”ہم یہ کہاں خوشنودی منظور ہیں جو کہ اس وقت کا



جلسہ بغرض جانچ تحریر سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم صاحب منعقد ہوا ہے لہذا اولاً آپ یہ کھدین کہ تحریر مولوی محمد قاسم صاحب غلط و نامستبر ہے اس کے بعد ہر طرح آپ نے مانگے اس عنوان سے ہم بحث کرنے کو موجود ہیں۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اگر یہ نہیں منظور ہے تو مناسب یہ ہو کہ پہلے ہمارے آپ کے جو اصول مذہب ہیں انہیں گفتگو و بحث کی بجائے زبان بعد فریقین کی تحریر کی جانچ ہو۔

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جس معاملہ کی بنا پر جلسہ منعقد ہوا ہے وہ اس امر پر مجبور کرتا ہے کہ پہلے تحریرات فریقین کی جانچ کی جائے لہذا پہلے یہ کام کر لیا اور اس کے بعد جس تک آپ کا دل چاہے مقول خواہ مقول ہو منظور ہو بحث فرمائے اور جس زمانہ تک یہ بحث ختم نہ ہو گی ہم لوگ عین مقیم رہیں گے۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم نے تحریر مولوی محمد قاسم صاحب کو نہیں دیکھا ہے بغیر دیکھے ہم کیونکر اس سے غلط کھدین۔

علمائے شیعہ نے کہا کہ اول تو آپ حضرات کو اس جلسہ میں بغیر اس تحریر کے ملاحظہ کرنے کے تشریف نہ لانا چاہیے تھا اسلئے کہ یہ جلسہ تو اسی تحریر کی جانچ کے لیے منعقد ہوا ہے دوسرا ہم آپ کو اہمیت دیتے ہیں کہ اس وقت یا یہاں سے واپس تشریف لیجا کر بجائے خود باطنیان تمام مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کو ملاحظہ فرمائے اس کے بعد اگر آپ اسے صحیح سمجھیں تو بشرط اس کے بروقت جانچ غلط ثابت ہونے کے تبدیل مذہب کا وعدہ فرمائیے اور اگر آپ اس تحریر کو نامستبر پائیں تو اسے بتصریح ظاہر کر دیں اس کے بعد جسطور سے اور جس شکل میں آپ مناسب سمجھیں بحث فرمائیں۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے استفسار ہوا کہ فریقین کی تحریر کی جانچ کس طرح ہو گی آیا صرف تسلیم و انکار کا اظہار کر دینا ہو گا یا اس کے دلائل بھی بتائے جائیں گے



علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جانچ اس طور سے ہوگی کہ ہم آپ ہم ملکر تحریرات فریقین کو دیکھیں گے اور ہم نے ایک طویل الذیل فہرست اون مضامین کی مرتب کی ہے جو تحریر سید سجاد حسین صاحب میں جواب طلب تھی یا ایسی تھی جن کا جواب دینا بحیثیت مجیب کے مولوی محمد قاسم صاحب کو ضروری تھا اور اس فہرست کے موافق آپ حضرات سے دریافت ہوگا کہ انہیں کن کن باتوں کا جواب مولوی محمد قاسم صاحب دے رہے ہیں اور کن کن کا نہیں دیا جیسا کہ نسبت آپ کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے گا کہ ان کا جواب تحریر مولوی محمد قاسم صاحب میں موجود ہے تو آپ کو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ حقیقت یہ جواب صحیح و واقعی ہے۔

علمائے اہلسنت سے جناب مولوی محمد علی صاحب نے ارشاد کیا کہ چونکہ میں تحریرات مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب کو دیکھ چکا ہوں اس لیے میں تو تبدیل مذہب کے کاغذ پر دستخط کر دینے کو آمادہ ہوں لیکن اگر علمائے حاضرین نے ابھی تک نہیں دیکھا ہے اس لیے وہ دستخط سے انکار کرتے ہیں۔ اس پر دیگر علمائے اہلسنت خود مولوی صاحب نے قبل علمائے شیعہ کے جواب دینے کے فرمایا کہ صرف ایک شخص کے دستخط کر دینے سے جس کی کارروائی ممکن نہیں اس لیے کہ بموجب عہد نامہ کے پانچ پانچ علمائے فریقین مجازاً جانچ ہونا چاہئیں کہ جو تبدیل مذہب کا بھی وعدہ کریں۔

بعد اسکے از خود حضرات علمائے اہلسنت نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ عہد نامہ میں یہ مندرج ہے کہ قبل از شروع جانچ فریقین لازم ہے کہ ایک دوسرے کو اس امر کا اطمینان کرادے کہ در صورت مغلوبیت ہم سب علماء دیگر حاضرین جلسہ کے مذہب فریق غالب اختیار کریں گے لہذا جب جلسہ جانچ شروع ہوگا تب ہم دستخط تبدیل مذہب کر دیں گے مگر اس وقت حسب اشارہ عہد نامہ وفد سناؤں ہبلا کے متعلق بحث ہونا چاہیے اور یہ بحث چونکہ خارج از جانچ لہذا بلا دستخط تبدیل مذہب یہ بحث شروع ہونا چاہیے۔

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ یہ جلسہ و اسطرح جانچ تحریرات سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم صاحبان



منقہ ہوا ہے جیسا کہ اس عبارت سے بھی بخوبی واضح و روشن ہو گیا ہے جو اس جلسہ کے  
متوازیل کی پیشانی پر لکھی گئی ہے پس اس جلسہ کی کارروائی اب ہی شروع ہو سکتی ہے جبکہ تکمیل  
شرائط عداۃ ہو جائے۔ یعنی فریقین نے علماء و دیگر ماضرین جلسہ کو دعوت منلویت تبدیل  
مذہب کا وعدہ کر دیا۔ اور چونکہ تحریر جواد حسین صاحب بنی خضرہ سمیلہ کا ذکر بھی موجود ہے لہذا یہ  
مناظرہ اس تحریر سے خارج نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اس کا ایک جزو ہے۔

بست قیل قال کے بعد ان حضرات علماء اہل سنت اپنی درخواست سے باز رہے اور چونکہ  
اب نیز اس کے کوئی بارہ کار باقی نہ تھا کہ انہوں نے تحریر مولوی محمد قاسم صاحب کی غلطی کا اعتراف کرتے یا اس کی  
صحیح پڑھتے کر کے تبدیل مذہب کا اقرار کرتے اور یہ دونوں باتیں منظر نہ تھیں اس باعث سے  
نہایت نفوس کی بات ہے کہ حضرت علماء اہل سنت نے اس قسم کا سلسلہ تقریر شروع فرما دیا  
جس کی اہمیت ہم اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گے بلکہ ناظرین خود ہی دریافت کر لیں گے ان ائمہ کبار  
کے مواقع اس قسم کے آگے تھے کہ علماء اہل تشیع نے اپنے تئیں اور نیز دیگر شرکاء  
جلسہ کو بیت امن پسند اور محفل مزاج ثابت کرنیکی کوشش کی اور خدا کا شکر ہے کہ اوسمیں  
کامیاب بھی ہو و الا ممکن تھا کہ جلسہ میں ایک قسم کی بے نیکی پیدا ہو جاتی تا کہ حضرت امام  
آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کا جب بموقع طور پر ذکر کیا گیا تھا۔ ان فرض جب مناظرہ  
سمعیانہ کی درخواست غیر قابل قبول آیت جوئی تو حضرت علماء اہل سنت کی طرف سے  
یہ ارشاد ہوا کہ ہم تبدیل مذہب کا وعدہ کرتے ہیں مگر آپ کے تبدیل مذہب ہمیں کیونکر  
اطمینان ہو سکتا ہے اسلئے کہ آپ کے مذہب میں تقیہ جائز ہے پس اگر اسوقت آپ نے  
تبدیل مذہب کا وعدہ کیا تو ہمیں کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اقرار تقیہ نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے  
مذہب اہل سنت قبول بھی کر لیا اور تمام عمر اپنے کو سنی ظاہر کرتے رہے تب بھی یہ نہیں معلوم  
ہو سکتا کہ حقیقت آپ سنی ہیں اسلئے کہ آپ کے اسلاف سے یہ ہونا آیا ہے کہ اپنے  
اسلاف سنی ظاہر کرتے تھے اور اہلین میں شیعہ تھے۔



علمائے شیعہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ آپ نے تقیہ کا جو نام لیا تو یہ بھی آپ کو خیال کرنا چاہیے  
تاکہ تقیہ ہمارے مذہب میں کن اوقات میں جائز ہے یہ محل تقیہ کا نہیں ہے اسلئے کہ ہمیں  
آپ سے اپنی جان مال کا کچھ خوف نہیں ہے آپ ہمارے حاکم نہیں ہیں نہ ہم ایسی حالت میں  
ہیں کہ آپ حضرات سے ہمیں کسی قسم کا خوف ہو اور اگر آپ کو ایسا ہی اصرار رہا تو ہم یہ ثابت کر دیتے  
کہ تقیہ آپ کے مذہب میں بھی ہے نہ صرف آیات و احادیث سے بلکہ سیرت سلف اور ان  
علمائے احوال سے جو آپ کے اکابر و مقبرین سے ہیں۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ جو وقت میں بموجب آپ کے کہنے کے تقیہ دونوں  
مذہبوں میں ہر تو ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ کے تبدیل مذہب پر کی طرح اطمینان ہو سکتا  
سکتا لہذا پر ضرور ہے کہ عذرہ سے ایسی دفعہ کو خارج کر دیا جائے کہ جس کا وقوع یا براہ کے  
قول کے بھی دشوار ہے۔ (یعنی تبدیل مذہب)

علمائے شیعہ نے فرمایا کہ اس دفعہ کا وقوع پذیر ہونا آپ شواہد بیان کرتے ہیں ہمارے  
نزدیک تو کوئی بھی شواہد نہیں ہے۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ صورت اطمینان کیا ہو سکتی ہے۔ علمائے  
شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ”طرفین ایک تحریر اس امر کی لکھیں کہ ہم دھتورت منلویت مذہب  
غالب اختیار کرینگے یا سناہن سلسلہ فریقین پر ہم اور آپ یہ لکھیں کہ ہم اس سادہ کے اجزا  
اہل باجہ رہیں گے۔“

علمائے اہل سنت کی جانب سے کہا گیا کہ آپ کی تحریر کا ہمیں اعتبار نہیں ہے۔ اسی شام میں بوی  
محمد خلیل صاحب نے فرمایا کہ آپ امام غائب کا رقعہ منگا دیجئے تو ہمیں اطمینان ہو۔

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ امام عصر اور احوالہ افذا کا ذکر اس جموعہ طور سے اور ایسے  
افاظہ آلام سے کرنا اس کے آپ کا مقصود و بجز تقریض و برہمی جلسہ کے اور کچھ نہیں ہے اور سراسر  
ادب و عہود و موافق کے مخالف ہے جو طرفین و قبل از شروع جلسہ ہو چکے ہیں۔



علامہ ابنت کی طرف سے مولوی احمد عیاض غیر نے فرمایا کہ درحقیقت یہ کلام  
نامناسب تھا لکن معاف فرمائیے۔

اس کے بعد تھوڑے عرصہ تک حضرات علامہ ابنت میں آہستہ الفاظ میں کچھ مشورہ ہوا اور  
بعد اتفاق و تراضی ابی کے علامہ شیعہ سے فرمایا کہ ہمارے اطمینان کی یہ صورت ہے  
کہ آپ ہلکوا ایک تحریر اس مضمون کی لکھیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ در صورت منلوبیت تبدیل  
مذہب کرینگے اور یہی طریقہ ہمارے بیان اطمینان دلانے اور اقرار کرنے کا ہے۔

علامہ شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ہمیں یہ تحریر منظور و قبول ہو لکن اس میں سے لفظ انحصار (یعنی  
بھی) نکال دینا چاہیے کہ جو خارج از بحث اور غیر ضروری ہے۔

علامہ ابنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ لفظ کسی طرح خارج نہیں ہو سکتی۔  
علامہ شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ایک غیر ضروری اور خارج از بحث لفظ کے عدم خارج  
پر ایسا اصرار کرنا بت ہی تعجب خیز امر ہے۔

علامہ ابنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم ایسے سفید نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ ایک غیر ضروری  
لفظ کے بابت اصرار کرتے ہوں بلکہ اس لفظ سے ہمارا ایک مطلب ہے۔

علامہ شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ خود آپ کے ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ سے ایسا  
کوئی خاص مطلب ہے پس ہم ایسے غافل نہیں ہیں کہ آپ کے اس مطلب پر نہ بھونچے ہوں  
لہذا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ آپ کے مطلب برآری کے لیے ہم ایسی تحریر لکھیں کہ  
جو خارج از بحث بھی ہے۔

علامہ ابنت سے ارشاد ہوا کہ پھر کیا صورت اطمینان کی ہو۔

علامہ شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ سب سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرفین سے حلفیہ اقرار  
تبدیل مذہب کا ہو جائے۔

علامہ ابنت کی جانب سے ارشاد ہوا کہ حلف کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ بت سے لوگ جھوٹے



حلف اٹھایا کرتے ہیں۔

علامے شیوہ کبھڑت سے کہا گیا کہ عام حضور کا ذکر نہیں کیونکہ ہمارے ہاں ہر کونین۔

علامے منیر کجانب سے ارشاد ہوا کہ میں آپ کے بھی حلف کا اعتبار نہیں کرتا۔

حضرات ناظرین! آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس جگہ کا شیوہ حاضرین پر کیا اثر پڑا ہو گا

لیکن خوشی کی بات ہے کہ حضرات علامہ شیوہ نے اس مقام پر بھی عقل سے کام لیا اور کوئی جواب

ترکی تیری مذاہلہ تک بھی نہیں کہا کہ جن لوگوں کی صرف ایک تحریر پر بھی چند سنت پیشہ اظہار

اطمینان کیا گیا تھا اب اس کے حلف پر بھی مذاہلہ کر کے کیا سبب ہے اسلئے کہ تمام حاضرین

جلسہ پر یہ بخوبی واضح ہو گیا تھا کہ حضرات علامہ سے المسنت کا کیا قصود ہے اور ایسے ارشادات

کہ جو منافق بھی جوتے تھے کسے فراموش جاتے تھے انھیں چونکہ ظہر کی وقت بھی آگیا

تھا اسلئے جلسہ ختم کر دیا گیا حضرات علامہ سے المسنت لے جاتے وقت علامہ اہل تشیع

معاذہ کرنا چاہا علامہ شیوہ نے بحال خندہ پیشانی و مباحثت مصالحوہ و معاندہ کیا۔

انسروپس کے استفسار پر مولوی محمد قاسم دہلوی سجاد حسین صاحبان کہہ کر کہ کل پر جلسہ

سب سے صبح سے ہو گا علامہ سے المسنت کے تشریف ایچانیکے بعد علامہ اہل تشیع بھی

پے محلہ درود پر تشریف لینگے۔

دوسرے روز یعنی ۲۰ مارچ جادی الثانیہ کو پہر حضرات علامہ سے المسنت بظاہر غرض

شرکت حبیبہ تشریف لائے سید سجاد حسین صاحب غرض مقبال گئے لیکن کہ آج حضرات

المسنت کی طرف عوام الناس کی کثرت ۲۰۰ دین سے بھی مضاعف تھی اسلئے انیسویں

پہر نمائش کی اور کہا کہ آج چونکہ مجھے لبوہ کا خون ہے لہذا سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم

اپنے اپنے گروہ سے کسی فی اہتمام رئیس میرے سامنے اس امر کی ضمانت کر لیں

کہ اگر آج اس بستی میں مابین شیوہ و سنی کوئی فساد ہو تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں اور بغیر اس

حین جبکہ کی اجازت نہیں دیکھتا سید سجاد حسین نے اسے منظور کیا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے



انکار کیا اور شام تک کسی شخص کو نہانت کیلئے نہیں کیا اس جہت سے دوبارہ جلسہ نہ ہو سکا حالانکہ معاہدہ مرتبہ و سلمہ فریقین میں ایک یہ بھی دفعہ تھی کہ اگر سرکاری طور سے اس طلبہ کے انعقاد میں نہانت لکھاے تو فریقین کو چاہیے کہ اس کے ذمی ثروت ہو مگر انشاؤں پورے طور سے حکام کا اطمینان نہ کر دین ہر چند بنا براس دفعہ کے تھوڑے صاحب مولوی محمد قاسم سے بہت اصرار کرتے رہے کہ بطرح میں اپنے معززین ہم مذہب کی نہانت کرنے پر آمادہ ہوں تا کہ جو بھی وسیطیج آدمی کو چاہیے مگر یہ کہ یہی مسئلہ جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے دیا بلکہ ۲۰ مارچ جب مولوی منصف علی صاحب ہمارا چنداں آدم مذہب طلبہ کے علمائے اہل تشیع سے ملاقات کرنے آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ دیگر حضرات علمائے اہل تشیع نے وطن کو تشریف بھی لگے تو وہ مولوی صاحب بھی آئے ہیں۔ علمائے اہل تشیع کے تشریف لکھانے کے بعد علمائے اہل تشیع بھی مقام لکھنؤ میں جناب سید ابوالحسن صاحب قبلہ کے بیان لکھنؤ میں رہ کر رخصت ہوئے

### من لم یثکر الناس لم یثکر اللہ

ہم نہایت صدق دل سے ان حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنا دینی فرض سمجھ کر انتصار الشریعہ کی مختلف جہتوں سے اعانت فرمائی ہے مثل عابدین جناب ہرمانی پرنس صاحب عالم جہان قدس مرزا محمد و احد علی بہادر امین اسرار و عابدین جناب پیر شکوہ صاحب عالم مرزا محمد حسن الدین حیدر بہادر جناب مولوی سید شعیب حسن خان صاحب شریف الطاہر جناب مولوی سید شریف حسین خان صاحب جناب مولوی مرزا رضا علی صاحب جناب نواب محمد باقر علیخان بہادر جناب نواب محمد علیخان بہادر جناب نواب تھانوی صاحب جناب نواب محمد شفیع خان صاحب جناب نواب علی محمد خان صاحب پریسینٹ انجمن محمدی جناب سید حامد علی صاحب ثناء جناب عمار حسین صاحب جناب نواب محمد علی حسن صاحب جناب مولوی سید باقر محمد صاحب ثناء جناب حکیم سید علی احمد صاحب ثناء الفقار حیدر



جناب مولوی محمد رضا صاحب جناب سید انصاری صاحب جناب شیخ محمد حسین صاحب  
جناب محمد افضل علی صاحب نور حضرت وہ بین جنہوں نے صرف خریداری ہی منظور  
نہیں کی بلکہ اپنے احباب طیب کو بھی اس رسالہ کا خریدار بنایا ہے اور جنس عالی القوم  
توان میں ایسے بین جنہوں نے یہ عزم فرمایا ہے کہ جب تک اس رسالہ کے  
خریداروں سے ایسی اعانت نہ پہنچے کہ جس کے باعث اس کی دائمی اشاعت کا  
اطمینان ہو جائے اور مدت تک وہ تمام مصارف طبع وغیرہ اپنے ذمہ لیں گے۔

ہم ان محضوں کے شکریہ سے بھی باز نہیں ہو سکتے جنہوں نے یہ فریاد اپنے  
اخبارات کے انتشار بقیہ کی اشاعت میں کوشش فرمائی ہے۔

### ہدایہ السنیہ

عرصہ ہوا اس نام کا ایک رسالہ بواب نصیحت الشیعہ جز اول ہمارے دفتر میں  
مراد آباد سے "ایک سید" صاحب نے ارسال فرمایا ہے تاکہ اسے بھی ہمراہ  
انتصار الشریعہ کے شائع کیا جائے، امر بھی عجیب حسن اتفاق سے ہے کہ اکثر  
جس شہر میں کوئی تصنیف شیعوں کی رد میں اہلسنت کی طرف سے مولف و مشعر  
ہوتی ہے اسی شہر میں اس کا جواب بھی لکھ جاتا ہے ہم سابق کے واقعات سے  
قطع نظر کر کے صرف ہندوستان کے تھوڑے دن پشیر حالات پر جب نظر ڈالتے  
ہیں تو متعدد اس کی نظیریں نظر آتی ہیں دیکھئے تھنا عشریہ جو اہلسنت کے کتب خانہ  
میں اعلیٰ درجہ کی کتاب شمار کی جاتی ہے اور باوصفیکر اس کے متعدد اجوبہ ہو چکے ہیں  
لیکن حضرات اہل سنت کو اس سے کچھ ایسی حسن عقیدت ہے کہ آج تک اپنے کتب  
درمائل میں اس کے مضامین کو لکھتے رہتے ہیں جس زمانہ میں اس کتاب کو مولوی  
شاہ عبدالغفر نے اپنا نام بدل کر دہلی سے شائع فرمایا ہو اور سنیانہ میں  
جناب حکیم نزار محمد صاحب بڑاہ نے دہلی ہی میں کل ابواب تھنا کا جواب تحریر فرمایا۔



مشتی الکلام جب بڑی دھوم دھام سے لکھنؤ سے شائع ہوئی اور اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسے لکھنؤ میں استفسار الا انعام فی رد متنی الکلام مولف جو گئے غرض کہ اسی حسن اتفاق کا یہ اثر ہے کہ رسالہ نصیحتہ الشیعہ جو مراد آباد سے شائع ہوتا ہے وہیں اسکا جواب بھی بے عیاشیہ السنیہ بھی لکھا جانے لگا ہمارے پاس جو حصہ ہدایۃ السنیہ کا آیا ہے وہ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں نصیحتہ الشیعہ کے جز اول کے جواب میں ہے کہ جسے اس کے محترم مولف نے نصیحتہ الشیعہ کے اشاعت کے پانچ ہی چار دن کے بعد تیار کر دیا تھا ہم اپنے عزیز دوست کو اس امر کی مبارکباد دیتے ہیں کہ نصیحتہ الشیعہ کے جواب میں مقدمہ کا سہرا اور نہیں کے سر رات اگرچہ انتقار اشیائے ہندو میں جو جوابات نصیحتہ الشیعہ کے شائع ہوتے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ شائع ہوتے رہیں گے وہ شافی وافی ہیں لکن ہدایۃ السنیہ کی جو دو مضامین وسلاست عبارت ہیں اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنے رسالہ میں اسکی اشاعت کے لئے جگہ نکالیں درمید ہے کہ ہمارے ناظرین بھی اس سے پڑ کر بہت محظوظ ہونگے ہم کوشش کریں گے کہ جو جز اس رسالہ کا ہمارے پاس ہے آئندہ سے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے انتقار اشیائے ہندو کے ساتھ شائع کریں اور نیز جو بعد اس کے محترم مولف نے تحریر کیا ہے (اور جسے بسبب اس کے کہ ابھی پیشتر ہی کی تحریر میں شائع ہوئی ہے ہمارے دفتر میں نہیں ارسال فرمایا ہے) اور جو آئندہ تحریر فرمائیں گے حتی الامکان ہم اسکی اشاعت کے لیے ضرور اپنے رسالہ میں گنجائش نکالیں گے۔ مناظرہ سیوان

اس مناظرہ کے جو حالات ہمیں موصول ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوا کہ شیعوں کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور جن بزرگوں کے لئے یہ مناظرہ منعقد ہوا تھا انھوں نے بطیب خاطر اپنا مذہب قدیم ترک کر کے مذہب مایہ قبول کیا تفصیلی حالات جو ہیں پہنچے ہیں انہیں آئندہ کسی نمبر میں نذر ناظرین کریں گے



حکم فرمایا ہے وہ عام و مطلق نہیں ہے بلکہ ناہیوں سے مخصوص ہے لکیف کہ  
 خود انجانیات نے اپنی زبان اقدس سے اس امر کو تصریح ارشاد فرما دیا جیسا کہ عبد اللہ علی کی  
 روایت سے ظاہر ہے اور ملا علی قلی نے بھی شرح کافی میں اس حدیث کی شرح  
 میں ایسا ہی کلام فرمایا ہے چنانچہ اس کے ارشاد کا ترجمہ اور خلاصہ یہ ہے کہ مراد اللہ  
 علیہ السلام کی یہ ہے کہ جو شخص چھپا کر اس دین کو اور محفوظ رکھے نا اہل سے اور اس سے  
 جس کا حال معلوم نہ ہو تو عزت دیجیا اور سے خدا دنیا و آخرت دین اور جو ظاہر و افشا کرے  
 اس سے ذلیل کر دیکھا دو نوجوان میں بسبب مواخذہ و عذاب کے مگر جس شخص کا حال امانت  
 و حفظ میں معلوم ہو اس سے کتمان ضرور نہیں ہے جیسا کہ دلائل کرتی ہے اسپر عبد اللہ علی کی  
 وہ روایت جو مذکور ہوئی ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے نیز دلائل  
 کرتا ہے اس پر ارشاد امیر المؤمنین کہ ایمان بہر شخص پر قبل امتحان کے ذلیل عجز ہے مراد اہل  
 جناب کی امانت سے نہانت ہے اطمینان اعتماد و اظہار راز کرنے سے کسی شخص کے  
 دوسرے پر قبل آزمائش کے اس لیے کہ اخلاق و سیرت و قبیل و کفر و اعتقاد و خلاف حق اکثر  
 لوگوں پر غائب ہیں عبد اللہ علی کی جس روایت کا ذکر ہوا ہے یہ ہے۔

کہا عبد اللہ علی نے کہ میں نے سنا امام جعفر صادق علیہ السلام عن عبد الاعلیٰ قال سمعت  
 کو یہ فرماتے ہوئے کہ نہیں ہے ہمارا امر کی برائست کہ ابا عبد اللہ یقول لا لیس من احوال  
 فقط اس کی تصدیق کرا اور اس سے قبول کرا چاہی کہ امرنا التصدیق لہ والقبول فقط  
 امر کی برداشت ہو اور اسکا پوشیدہ کرنا اور محفوظ کرنا من احوال امرنا سفرہ و صیانہ من  
 نا اہل سے

غیر اہلہ (اصول کافی صفحہ ۴۸۶)

شراح و معارف اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے صحیح کیا جاتا ہو  
 روایات مختلفہ میں ہیں جس حدیث نے کتمان پر دلائل کی وہ مل کیجا نگلی نا اہل سے  
 کتمان پر اور جس نے اعلان پر دلائل کی مل کیجا نگلی اہل سے اعلان پر غرض کہ خود امام



کماؤ سلیمان نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ جو شخص اس میں کو چھپا دے گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو کوئی اس میں کوئی چیز کرے گا اللہ  
 انتقاد شریف نمبر ۲۰۰  
 ۲۳  
 بیشاد نو بہر شرف

حضرت صادق علیہ السلام کے ارشاد سے واضح ہو گیا کہ حضرت نے جو سلیمان کی کتمان کی  
 فضیلت بیان فرمائی تھی اس کو یہی قصہ و حکایت الی سے کتمان کرا چاہیے اگر ابا انصاف  
 ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایت بھی انھیں باقم سے مروی ہے جس میں سلیمان والی روایت جس میں جناب  
 مخاطب نے نقل کیا ہے اور اسی کتاب کافی میں بلکہ اسی باب الکتمان میں حسین سلیمان  
 والی روایت ہے بلکہ جس ورق کے پہلے صفحہ کے آخر میں وہ مندرج ہے اور اسی کے دوسرے  
 صفحہ کے سرے پر یہ مندرج ہے چنانچہ صفحہ ۸۵ م سطر ۱۰ پر سلیمان الی روایت ہے اور صفحہ ۸۶  
 سطر اول پر وہ ہے جو عبد الاعلیٰ سے مروی ہے لیکن جناب مخاطب نے پہلی روایت کو  
 نقل کر کے اسکا یہ مطالب اپنے ذہن کو قرار دیا کہ کیسے وقت اور کسی حالت میں انھیں کو  
 نہ بیان کرا چاہیے اور دوسری روایت سے جو اوکلی میں تھی بالکل ہم پوشی فرمائی  
 اور قاعدہ مشورہ حمل الطلق علی تعقید و نیز الحقیقت بعضہ بعضا کا بھی طلق خیال فرمایا  
 اور عوام الناس میں غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے حدیث کا وہ مفہوم ظاہر فرمایا جو کتب  
 صحیح بخاری میں ہو سکتا۔

الحاصل جبکہ یہ واضح ہو کر سلیمان کی روایت میں جسے مخاطب صاحب نے  
 نقل فرمایا ہے جو کتمان کا حکم امام علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ عام نہیں بلکہ نا اہل  
 مخصوص پر پیش ایسی حدیث پر اعتراض کرنا خود اسے کہام پر اعتراض کرنا ہے اسلئے کہ کتب حضرت  
 اہل سنت سے بھی یہ ثابت ہے کہ اللہ علیہ السلام نا اہلوان سے کتمان فرماتے تھے چنانچہ علامہ  
 عبد الوہاب سبکی طبقات شافعیہ ترجمہ امام بخاری میں لکھا ہے کہ جب امام صاحب کے نزدیک تلفظ  
 بالقرآن کا موقوف ہونا صحیح تھا تو انھوں نے اپنے منہ سے یہ کلمات کہیں کیا یہ تحریر فرماتے ہیں۔  
 اور نہ ہر علم بیان کیا جاتا ہو پس یاد رکھو میں نہیں  
 بتاتا ہوں اور اس کو دونا تو نہ مضبوط تھا مگر اور پسند  
 آتے ہیں مجھے وہ اشعار جو غزالی نے مناجات العابدین میں  
 و لیس کل علم یفصحہ بحفظ  
 ما کلف اللہ و لیس علیہ یبذلک  
 و یحیی ما انشد العزالی من المناجاة

بیشاد نو بہر شرف



بعض البیت کے نقل کے ہیں (ماصل اشعار) بعض اہل البیت سے  
 ضرورت میں اپنی تعلیم کے برابر کو پیشید رکھا ہوں تاکہ ان کی لاکھوں علم جو اہل حق کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے بہت سے علم کے برابر سے  
 ہیں کہ اگر انہیں ظاہر کر دے تو مجھے بہت پرست آید جو ہر علم والوں کو بہ  
 کہا جاتا ہے۔ اور ضرور حلال سمجھیں میرا حق وصال  
 لوگ کہ جو اپنے قبیح ترین اعمال کو سن سمجھتے ہیں وہ اس کا استعمال جال صالحوں دہی  
 اور پیشتر سے علی نے اس کو نام حسین پر دیا کہ مایا تو نہ حسنا  
 فرمادیا تھا اور امام حسین سے پیشتر امام حسین  
 وصیت کر دی تھی۔

ان اشعار آبدار سے کہ جنہیں اکابر علماء اہلسنت نے نقل فرمایا ہے بخوبی ظاہر ہوتا ہے  
 کہ ائمہ علیہم السلام کا یہ دستور اصل راہ ہے کہ اہل حق سے امر حق کو مخفی فرماتے تھے  
 اور علامہ سیبکی نے ائمہ کے اس عمل کو اپنے امام بخاری صاحب کے کتمان اور تنقیہ کی  
 عمدگی کے اظہار میں رقم فرمایا ہے پس یا صفت اسکے کافی کی اس حدیث میں ہے یا ابو موسیٰ  
 کتمان کی فضیلت بیان ہوئی ہے مخاطب صاحب کو شک نہ لینی کہ اس کی طرح زیبا نہ تھا۔

تو کہ بھی امر حق کو انہم قوناسیلمان والی روایت نقل کرنے کے بعد یہ اشعار لکھنا اس امر پر  
 دلالت کرتا ہے کہ اسکا اور روایت کا مطلب متحد ہے اور گویا مضموم روایت کو نظم میں لایا گیا ہے  
 لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ روایت مذکورہ کے کس فقرہ سے مخاطب صاحب نے یہ مطلب  
 نکالا ہے کہ کبھی امر حق کو زبان پر نہ لانا چاہیے اور اگر کوئی حق پوچھے تو اسے نا حق  
 بتایا جائے اور روایت کی کوئی لفظ بھی تبدیل (ہیشگی) پر دلالت نہیں کرتی اور کسی لفظ کو  
 نہ پیدا ہوا ہے کہ عموماً مخاطب حق کو غیر حق و باطل کی تعلیم کرنی چاہیے مخاطب صاحب نے  
 محض عوام کی دہوکہ دہی کے لیے یہ تحریر فرمایا ہے روایت کا کیسے یہ مطلب نہیں ہو سکتا



روایت کا صرف یہ مطلب ہو کہ دین کو نابالوں سے پوشیدہ کرنا باعث عزت اور اونپر  
 اظہار کرنا باعث ذلت ہے لیکن اس باب میں ہم مخاطب صاحب کی کیا شکایت کریں  
 جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی حمید علی صاحب نے بلا دلیل و برہان یہ دعویٰ فرمادیا کہ بنابر  
 اصول اہل تشیع امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے علاوہ دیگر ائمہ معاذ اللہ حضرت  
 ادریس کو زبان پر نہیں لاسے چنانچہ مولوی صاحب موصوف اپنی مشہور کتاب یعنی منتہی الکلام  
 بحث تفسیر علی بن ابیہم میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق سلام علیہما کو ابھین فرماتے ہیں۔  
 ”حمزنی بر زبان این حضرات خلاف نفس الامر گذشتہ بجائے ائمہ دیگر معاذ اللہ  
 بر اصول مدین و لا سے البیت ظاہرین مدۃ العمر علی کر الشہور و مرادھو باظهار  
 حق آشنا گشتہ بعد (دیکھو منتہی الکلام مسکات ثانی صفحہ ۲۰)

### قول صاحب نصیحۃ الشیعہ

علمائے شیعہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کے لیے صرف محبت کافی ہے یہی ایمان ہے  
 یہی عمل ہے ناز و زہ کی بھی ضرورت نہیں ایسی دوا ہے عوام کو بجز فضائل نوٹ شیون  
 اور طعن صحابہ کے اور کچھ بھی نہیں سکھاتے کافی کی کتاب الروضۃ میں یزید بن معاویہ سے  
 روایت ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام وھل الدین فرمایا امام باقر علیہ السلام نے نہیں ہو دین گر محبت ایک  
 الاحسان رجالات النبوی علیہ السلام شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور سوچا کہ کیا اگر  
 فقال یا رسول اللہ حب المصلین لا میں نازی کو دوست رکھتا ہوں کہ خود نازی نہیں رہتا اور زہ  
 اصلا حب الصوامین ولا اصوم دار کو دوست رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں کھاتا تو رسول اللہ  
 فقال لا رسول اللہ انت مع من حببت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو انہیں کے ساتھ ہو جن کو دوست رکھتا ہو۔

۱۰ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضۃ خبر غنیمت ۵۰ یزید بن معاویہ قال حسین

نہیں بلکہ حضرت عباس علیہ السلام شیعہ کو بلا کا پوتا ہے ۱۱



قولنا ہمارے عزیز مخاطب نے اس حدیث کی نقل میں ایسا علی و جبکی صنعت فرمائی ہو کہ غالباً  
 ان کے ہم مذہب حضرات کے کتب میں اس کی نقیر شکل سے مل سکیگی مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ  
 اس صنعت میں ایک حد تک مجبور بھی ہیں اسلئے کہ اگر حدیث کو بھینٹ نقل فرمادیتے تو ایک  
 عامی کے نزدیک بھی یہ مضمون حدیث پر اعتراض کرنا سراسر قرآن پر اعتراض سمجھا جاتا اسلئے  
 کہ جس امر پر انھوں نے اعتراض کیا ہو اوسیکو امام علیہ السلام نے آیات قرآنیہ سے  
 مستند فرمایا تھا اور کلام خدا سے اپنے ارشاد کے شواہد بیان فرمائے تھے پس اگر مخاطب صاحب  
 در بیان حدیث سے ان آیات کو حذف کئے بغیر مضمون حدیث پر اعتراض کرتے تو وہ  
 شخص بھی جسکی معلومات صرف نصیر الشیخ تک محدود ہوتے اور اسو اصل کافی کو نہ دیکھا ہوتا  
 ضرور یہ کہہ اٹھتا کہ صاحب یہ تو قرآن پر اعتراض ہو لکن چونکہ جناب مخاطب کو اس حدیث پر  
 اعتراض مانا تھا لہذا ضرور ہوا کہ حدیث کی آیات قرآنیہ کو حذف کر دیا جائے مگر ہمارے سادہ  
 لوح مخاطب کو یہ کیا خبر تھی کہ اسکی صناعتی چہی نرمیگی اور ان کے وہ ہم مذہب  
 حضرات جنہوں نے شاید ان کے اعتراض کو پسند فرمایا ہو گا وہ بھی جب اصل حقیقت کے  
 واقف ہو جائیں گے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ مخاطب صاحب کے حق میں کیا فرمائیں گے۔

اب ہم پہلے اصل حدیث نقل کرتے ہیں اس کے بعد کتب معتبرہ حضرات اہل سنت کے  
 یہ ثابت کریں گے کہ مضمون حدیث کیساحی و صواب ہو کہ جسکے بعد تمام ان اعتراضات کی  
 غیر واقعیت روشن ہو جائیگی جو حدیث پر کیے گئے ہیں اور ہر شخص دریافت کر لے گا  
 کہ کلام امام علیہ السلام پر جو صاحب مقرر ہیں وہ اپنے بیان کے کتب مشہورہ سے کس درجہ ثابت ہیں  
 ان بعد ہر اسے مزید تفسیر و افہام خاص کر اس عبارت کے ہر ہر فقرہ کا بلا اختصار جواب دینگے  
 جو نقل حدیث سے پیشتر مخاطب صاحب نے رقم فرمائی ہو اگرچہ بعد ثبوت صحت مضامین حدیث

اسلئے اگرچہ تحفہ دہشتی کلام غیر ہیں جس پر یہ نقل میں بیان و بیان فرمائے گوئیں وہ اسکی نظر میں پر مضمون نہیں ہیں لکن ایک طبع  
 کتاب سوادیکے صغیر کا حوالہ دیکر روایت نقل کرنا اور اس میں ایسی دشکاری فرمایا یہ غالباً مخاطب ہی کا حصہ ہوگا اسلئے



اوس عبارت کے تمام مضامین از خود باطل قرار پا جائیگے۔

برید بن جابر نے کہا کہ میں امام محمد اقر علیہ السلام کی تین حضرات کے  
اوس خیرین میں تھا جو نبی میں منسوب تھے اور حضرت زید اسود کو کہا کہ اگر  
پیارے معنی قابل زبردستی حضرت اوس پر حملہ کیا اور فرمایا کہ تم پانچویں  
جس کو گور یاد نے عرض کی کہ میں تو ستر غریب یا ستر اشرافین پیارہ  
چاہتا تھا حضرت اوس پر حملہ کیا اس حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ہو یا ہون (یعنی فریاد کیا کہ تم کب لگے ہو جاؤں) یا ملک جب تک کہ  
میں کہہ رہا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم نے کہا کہ تم کب لگے ہو جاؤں  
کہ تم ہون آپ حضرات کی محبت کو پس یہ نجات کرنا ہون (یعنی)  
ار کتاب نوے بسبب محبت کے اور دور ہو جاتے ہیں گناہ  
محبوب یعنی ان کو اور کتاب کی خواہش جاتی رہتی ہے پس امام علیہ السلام  
نے فرمایا کہ اور نہیں یہ دین مگر محبت کہا اللہ تعالیٰ نے محبوب کیا  
تسار کو لیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کونسا اور کہا اگر تم دوست  
کہتے ہو اللہ کو پس محبت کرو میری کہ دوست کہہ کر تمہیں اللہ  
اور کہا دوست کہتے ہیں (یعنی محبت) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
ہجرت کی تحقیق کہ ایک شخص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں  
صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے جس باعث سولاصلی اللہ علیہ وسلم کے ترجمہ میں سنتی نماز روزہ کے سنتی یہ ہے کہ اس شخص نے اون کو ان کی محبت کا ذکر کیا ہے  
جو سنتی نماز روزہ بجالاتے ہیں اور اسی سے لفظ صحابین کہا کہ وہ سب اللہ کے لیے ہیں غرض کہ جو اس صواب میں گواہی دے کہ وہ نبی صلی  
جو سنتی روزہ رکھتے ہیں اسے کہہ لوگ صرف وہی فرما کہ تمہیں اوپر صوابی کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور چونکہ صحابین کے ساتھ  
صحابین کا ذکر کیا ہے اس لیے صحابین سے بھی ہی لوگ مراد ہیں جو نہ سنتی نماز ہیں نہ شب بے ہون اور چونکہ صحابین باب فریاد  
کہ جس سے سب اللہ کا صیغہ نہیں بن سکتا اس سے سب اللہ کے معنی ظاہر کرنا کہ صحابین نہ صرف اللہ کا مدخل کر دیا بلکہ پس سنتی



حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں ان لوگوں کو جو سنتی  
نماز میں پڑھتے ہیں دوست رکھتا ہوں اور خود سنتی  
نماز نہیں پڑھتا اور ان لوگوں کو جو سنتی روزہ کی تہذیب دوست  
رکھتا ہوں اور خود سنتی روزہ نہیں رکھتا پس مائیکہ اپنے اوس  
فرمایا کہ تو اوکو ساتھ ہوگا جنہیں تو نے دوست رکھا اور میرے  
لئے فائدہ مند ہوگا وہ اعمال جنہیں تو نے کتب کیا اور امان  
علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو اور کاہیکہ ارادہ کرتے ہو  
اگاہ ہو کہ ضرور از خود آسانی ہوگا یعنی نسخہ صورت از زمر  
ساعت تو پناہ لیجاگی ہر قوم پر کیا ہے امن کی طرف اور اکل قوم اسی مامنہم و فرمایا  
پناہ لیجاگیے ہم انہی کی طرف در تم ہماری طرف۔

ناظرین بطریق ملاحظہ فرمائیں کہ ہمارے مؤرخین نے اس حدیث کی نقل میں یہی تحریر  
اور بعضین فرمائی ہیں اول تو لفظ فقال کو قال سے بدل کر دیا اور غالباً یہ اسلوی کیا ہے کہ نصیحہ الشیعہ کے  
تاوان ناظرین یہ یاد رکھیں کہ اصل حدیث میں سے شروع ہوئی ہے اور اس فعل کو ماقبل سے کچھ تعلق نہیں ہے  
اور اگر فقال لکھو تو اس کا ترجمہ میں بجائے فرمایا پس فرمایا لکھنا پڑتا اور اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث  
ابتداء میں ہے جنہیں سے بلکہ نام علیہ السلام کا یہ قول کسی پیشتر کے امر سے تعلق رکھتا ہے لیکن میں اس امر کی  
کچھ شکایت نہیں ہے کہ مخاطب کے روایت کا ابتداء جو حدیث کیونکہ حدیث کر دیا گیا ہے یہ دریافت

حدیث میں سنتی نماز روزہ کے بجالانے والوں کی محبت کا ذکر ہے دشمن قرین اس میں ہے کہ اس شخص سے پہلے سے صلوٰۃ کے  
ترک کا ذکر کیا ہے اوس سے مراد سنتی نماز روزہ میں دوسرے سال کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم سے نفع ہوگا  
وہ کہ سب سے پہلے نے کتب کیا ہے صاف اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ شخص اعمال پر اچھے عامل ہے پس گویا مراد انھیں صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہے کہ خطاب ہی جنہو کے لیے وہ اعمال یعنی وہی نماز روزہ سے ہیں جنہیں کتب کیا ہے اور ان میں سے  
نماز ہونے کے لیے کہ جو سنتی نماز روزہ بجالانے والوں کا ان لوگوں کو محبت رکھنا کہ جو جب فی اعتدال بہت اچھا ذریعہ ہے



کرتے ہیں کہ قتال کو قال صحیفہ کے فرمایا ہے ترجمہ کیونکہ کیا گیا ہے۔ بعد کے حال الدین کا لکھ کے  
 بعد جو تین آئینہ امام علیہ السلام نے ابو اسرار شاد کے تائید میں فرامی تین دن سب کو دریا  
 ساقط کر دیا آفرین ہو اس لیری اور جو انفرادی پر بعد امام علیہ السلام نے جو حدیث جناب کتاب  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان فرمائی تھی اس کے آخر کا فقرہ دینی لکھا مکتبہ کو ساقط کر دیا  
 اور اس کی وجہ بھی ظہر کو رسالہ ہذا کے صفحہ ۲۸ کے حاشیہ پر نظر کرنے سے بخوبی معلوم ہو جائیگی  
 اب واضح ہو کہ مخاطب صاحب نے اس روایت کے دو حصوں پر اعتراض کیا ہے ایک تو امام محمد باقر  
 علیہ السلام کے اس ارشاد پر کہ ہل الدین کا لکھ اس پر اعتراض ہے کہ دین فقط محبت کا  
 نام کیونکہ قرار دیا ہے دوسرے اس حدیث رسالت پر جو امام محمد باقر علیہ السلام نے اس  
 روایت میں ابو اسرار شاد کی تائید میں ذکر فرمایا ہے اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے  
 کہ نماز روزہ کی کچھ ضرورت تھیں یہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں کی نسبت علامہ علیہ  
 السلام کریں۔ ارشاد امام علیہ السلام (یعنی ہل الدین کا لکھ) پر جو کچھ مخاطب صاحب نے  
 ایراد و اعتراض فرمایا ہے اس کے جواب کی اگرچہ چند ان ضرورت ہم اسلئے نہیں پاتے ہیں کہ  
 بظاہر ابو اسرار شاد کے بطلان کو وہ خود تسلیم کیے ہوئے ہیں کیونکہ اگر اپنے اعتراض کو باطل  
 نہیں سمجھتے تو کیا وجہ تھی کہ امام علیہ السلام نے اپنے ارشاد کی تائید میں جو آیات بیان فرمائی تھیں  
 انہیں حذف کر دیا پس جناب مخاطب کا ان آیات کو ساقط کر دینا شاید عدل ہو اس پر کہ ان کے  
 نزدیک بھی ضروریہ آیات مؤید قول امام علیہ السلام ہیں لکن چونکہ ان میں محض تخریج عوام مد نظر ہے  
 اسلئے ایسے کلام صدق و ہدایت نظام پر کہ جو مستند آیات ملک عظام ہے بے سربا اعتراض  
 کرتے ہیں کہ جبکہ باطل وغیرہ واقع ہونے میں خود بدلت کو بھی کچھ شک تھیں یہ لکن براہ  
 مزید افہام و تبیہ ہم ان آیات سے قطع نظر کر کے خاص کر کتب معتبرہ حضرات اہلسنت و  
 یہ ثابت کئے ہیں کہ ارشاد امام علیہ السلام کیسا سچا و درست ہو مگر پہلے یہ دریافت کر لینا چاہیے  
 کہ مخاطب صاحب نے جو اس ارشاد کا یہ مطلب نکالا ہے کہ دین فقط محبت کا نام ہے یہ محض ادنیٰ







کہ جو حصر کے لئے ہے اور سبب اس حصر کے چونکہ عداوت اور انشیا کے کہ جبکہ ذکر اس آیت میں  
محرمات سے خارج ہوئے جانے تو مثل شراب وغیرہ کے اس حد سے جو عداوت سے است  
انما کے مفید حصر ہو سکے قابل ذیل انھوں نے انما کو کل میں متروک الظاہر میں و چونکہ امام  
قرالدین ازی اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں۔

یواسے قابل ذیل بن کر کلمہ انما حصر کے  
الماتلون بان کلمۃ انما للحصر  
لے ہے انھوں نے اتفاق کیا ہے اتفاق علی ان ظاہر لایۃ یقتضی  
اس پر کہ ضرورتاً سبب اس کی مستثنی ہے کہ ان لا یحصر سوی ہذہ الاشیاء  
تہم سلام ہو کہ سبب ان اشیا کے کما تعلم ان فی الشرع الاشیاء اخبر  
لکن ہم جانتے ہیں کہ ضرورتاً شریت میں سوا ہا من المحرمات فی حدیث کے  
دیگر اشیا علاوہ ان کے محرمات سے اشیا مرقوۃ الظاہر فی العمل  
ذیل میں ہو گا کلمہ انما حصر کے الظاہر عمل میں (مفتاح الغیب چپ سربلہ دوم صفحہ ۱۲۹)

پس جبکہ کلمہ انما باوجود مفید حصر ہونے کے عمل میں متروک الظاہر فرض کیا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے  
کہ اہل الدین اسلام میں بھی ہم حصر کو متروک الظاہر فرض کریں حالانکہ اس فرض کی  
بہین کچھ ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ باوجود حصر ہونے کے بھی  
کلام امام علیہ السلام درست بلکہ درجہ بلاغت پر فائز ہے۔ فرض میں بیان سے یہ بخوبی  
ثابت ہو گیا کہ امام علیہ السلام نے جو دین کو محبت سے تعبیر فرمایا ہے اس سے فضیلت  
محبت بیان کرنا مقصود ہے اور یہ کہ محبت جزو عظیم دین ہے۔

اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دین کو محبت کہنا بشعادات احادیث کتب معتبرہ  
حضرت اہلسنت بجا و درست ہے اس لئے کہ اکثر احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف  
محبت ہی حکم ترین عہدہ آریان ہے اور محبت ہی ایسی اصل اصول دین ہے کہ جب تک یہ نہ ہو تو  
عہدہ گنہگار اور گنہگار ہونے کا سبب بن جاتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو



تک ایمان ہی صحیح حاصل ہوتا اور نہ کوئی عمل مقبول ہوتا ہے۔

چنانچہ فتح الباری میں روایت بڑا منقول ہے اوثق عری الايمان المحب في الله  
والبغض في الله يعني فرمایا ساتھ آپ نے حکم ترین گوشہا سے رسن ایمان حب فی اللہ ولبغض  
فی اللہ ہے اور شکوۃ شریف کے باب حب فی اللہ ورسن کی فصل ثانی میں ابن عباس سے  
مروی ہے۔

کہا ابن عباس نے کہ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن عباس قال قال رسول الله  
سلم نے ابوذر سے کہ اگر ابوذر کو ن گوشہ گوشہا سے صلی اللہ علیہ وسلم لا بی فرمایا ابوذر  
رسمان ایمان سے حکم تر ہو ابوذر نے عرض کیا کہ اللہ اور اسی غری الايمان اوثق قال الله رسول الله  
اور سکا رسول انما ترید ان تحب من فرمایا کہ موالاة فی اللہ وحب  
وہب فی اللہ ولبغض فی اللہ روایت کیا ہے اس فی اللہ ولبغض فی اللہ رواہ البیہقی  
حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ فی شعب الايمان

نیز فتح الباری شرح کتاب الایمان صفحہ ۲۶ میں مروی ہو کہ لا یجذل العبد مہرج الايمان  
حتی یحب الله ویبغض الله یعنی یحسین پاتا بندہ خالص یا کو تا انیکہ محبت رکھو خدا کے  
سے اور دشمن رکھو خدا کے نے اور شکوۃ شریف کے کتاب الایمان کی فصل اول میں  
بڑا ایت صحیح منقول ہے۔

انس کہ مروی ہو کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ یحسین مہرج من عن انس قال قال رسول الله لا  
ہو تا کوئی تم میں سوتا انیکہ میں محبوب تر ہوں اور کے لیو من احکم حتی کون احب الیہ والدہ  
نزدیک اور کے باب اور بیٹے اور تمام لوگوں کو۔ اولاد والناس اجمعین متفق علیہ  
اور مولوی شاہ عبدالغفر صاحب دہلوی نے جس روایت کے ناقلین میں بیہقی  
وہو الشیخ ودیلی کے ہونے کو تسلیم فرمایا ہے۔

۱۰ دیکھو فتح الباری مطبوع دہلی جز اول شرح کتاب الایمان صفحہ ۲۶۔



فرمایا سو کھانے کھین نہیں ہوتا کوئی تا اینکه میں  
محبوب تر ہوں اور کڑو یکا و سکی جانسور اور ہوتی  
میرے محبوب ترا و کڑو یکا و سکی جان سے۔ [و یكون من اهل الجنة من نفسه  
اور کتاب صراط سوری من کتاب الہی تالیف محمود بن محمد الشافعی القادری مروی ہے  
فرمایا مالک نے تم کو مجھ کو اس کی کسیر بیان کیا کہ تھے تین تین کہیں والی نفس بیدار  
منون تالوی بند تا اینکه دست کو مجھ کو اور تین دست کتا ہو مجھ کو تا اینکه یوم من عبد حتی یحبنی ولا  
دوست کے میری ذریت کو

اور صاحب مفتح النہا نے کہ جو اناظم علماء المست سے ہیں دلی سے بروایت امام  
حسین علیہ السلام یہ حدیث نقل فرمائی ہے

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی بندہ عبادت خدا کرے کہ  
اتنی کہ کتب کی تھی فوج نے اپنی قوم میں  
اور وہ اس شہید کے لئے کہ وہ کہہ سوا ہے  
کہ اس سے راہ خدا میں رہے کہ وہ کہہ سوا ہے  
کہ کرے ہزار سال پایہ پر نزل کیا جائے مظلوم ہو کر  
اور بیان صفا و مروہ کے پرندہ دوست رکھتا ہو نہیں  
اے علی تو نہ سو گویا جنت اور داخل ہوگا اور میں۔

اور جبکہ یہ ثابت ہو کر محبت الہی جزر اعظم دین ہے کہ فیض اس کے ایمان دین حاصل ہی نہیں  
ہو سکتا پس نیاز دین کو کتب کتب صحیحہ پر نہیں بلکہ وجہ داغ میں داخل ہوگا اس کے  
کہ تہیۃ الشیء اسمہ جزرہ (یعنی کسی شے کا وہ نام رکھنا جو اس کے کسی جزر کا ہو) ایک مشہور  
سلسلہ علم بیان کا ہے اور کلام عرب میں بہت شائع و مانع ہے اور اسی قیل سے قول حق تعالیٰ



فلک رقبہ را آزاد کردہ کا) دیکھو یہاں انسان کو رقبہ (یعنی گردن) سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ وہ جزو اعظم بدن انسانی ہے پس اسے صلح دین کو محبت سے تعبیر کرنا بھی صحیح و درست ہوگا اس لیے کہ محبت جزو اعظم دین ہے اگرچہ دیگر وجوہ بھی پیش ال امام علیہ السلام کی حقیقت کے موجود ہیں لیکن ان کو خیال طول نیز اس باعث سے ہم ترک کرتے ہیں کہ ایک ایسا امر ہے (یعنی دین کو محبت سے تعبیر کرنا) اور یہ کہنا کہ دین محبت کا نام ہے (کہ جو علمائے اہلسنت کے نزدیک بھی مسلم ہے اور وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ دین محبت کا نام ہے چنانچہ قدوۃ المتحیین مولوی محمد سالم صاحب بخاری نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں سالہ اصول ایمان میں علامہ جامی صاحب کی کتاب سلسلہ اذہب سے یہ اشعار نقل فرمائے ہیں۔

دوستان رسول آل ویم	دشمن خصم بدنگال ویم
این بخش است محض ایمان است	رسم معروف اہل عرفان است

پس جو وقت کہ علمائے حضرات اہلسنت کا بھی یہی قول ہے کہ دین و ایمان محبت کا نام ہے تو جناب مخاطب کا امام علیہ السلام کے اس ارشاد پر اعتراض کرنا جیسے دین کو محبت سے تعبیر فرمایا ہے صرف اپنے علم ہی پر اعتراض نہیں بلکہ ان احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اعتراض ہے جو سب سے علمائے اہلسنت نے دین کو محبت سے تعبیر فرمایا ہے۔

اب ہم روایت کافی کے دوسرے حصہ کی نسبت کچھ عرض کرتے ہیں اس لیے کہ جناب مخاطب نے اپنی خوش فہمی سے اس کو بھی مورد اعتراض قرار دیا ہے اور یہ وہ حدیث ہے جو امام علیہ السلام نے اپنے قول کی تائید میں ابتدائے قرآنی کے ارشاد فرمایا تھا اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک شخص نے رسالت اکابر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں دن لوگوں کو جو سنتی نماز و روزے بجالاتے ہیں دوست رکھتا ہوں اور خود سنتی نماز و روزے نہیں بجالاتا حضرت نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہو گا جہنم تو نے دوست رکھا اور جو کچھ تو نے عمل کیا ہے



(یعنی واجبات سے) وہ تیرے لئے مفید ہوگا، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس حدیث میں کیا محال عراض ہے اس لئے کہ جو شخص اعمال اچھی کو بجالاتا ہو ان صرف شتی نماز روزہ کا پابند نہ ہو لیکن مصلیٰ و صومین کو دوست لکھا ہو کہ جو جب فی اللہ میں داخل ہے تو اس شخص کی نجات میں اور اس درجہ پر فائز ہوئے میں کہ جو مصلیٰ و صومین کا ہو (اور جو مفہوم حدیث ہو) کیا کلام ہو سکتا ہے اس لئے کہ بموجب روایات حضرات اہل سنت وہ شخص تو افضل اعمال (یعنی حب فی اللہ) کو بجالاتا ہے چنانچہ فتح الباری میں مروی ہے افضل الاعمال الحب فی اللہ یعنی بہترین اعمال حب فی اللہ ہے پس جبکہ حب فی اللہ افضل اعمال ہو تو کوئی شبہ سمیع نہیں ہو سکتا کہ شخص مذکور افضل اعمال کا بجالانوالا ہے اور جبکہ وہ افضل اعمال کا عامل ہوا تو اس سے ضرور وہ درجہ حاصل ہوگا جو صومین و مصلیٰ کا ہو بلکہ مشکوۃ شریف کی اس روایت سے جسے باب الحب فصل ثالث میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حب فی اللہ حق تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال سے حق ہے کہ نماز روزہ سے بھی زیادہ محبوب عمل ہے۔

کما ابو ذر نے کہ آنحضرت نے ہمارے	عن ابی ذر قال خرج علینا رسول اللہ
پاس تشریف لا کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کونسا	صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون
عمل اچھا اعمال اللہ تعالیٰ کو محبوب تر ہے	ای الاعمال احب الی اللہ تعالیٰ قال
ایک نے کہا کہ نماز و زکوۃ ایک نے کہا	قائل الصلوۃ والزکوۃ وقال قائل الجہاد
کہ جہاد آنحضرت نے فرمایا کہ تحقیق کہ	قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احب
محبوب ترین اعمال اللہ تعالیٰ کے	الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ
نزدیک حب فی اللہ و بنفس فی اللہ ہے روایت	والبغض فی اللہ رواہ احمد و ترمذی
کیا ہر حدیث کو احمد اور ابو داؤد نے اسکی فصل اخیر	ابوداؤد الفصل الاخیر



ہاں برس روایت کے تو اس شخص کا مرتبہ تعلیقِ سوامین سے ہر جہاں ذکر ہونا چاہیے  
 ملے کہ وہ تو ایسا عمل کیا کرتا ہے کہ ہر نماز روزہ بلکہ جمیع اعمال سے زیادہ خدا کو یاد ہے  
 اور ساتھی اس کا اعمال ابھی بھی یاد رکھتے ہیں ہے اور ہر نماز و آیاتِ ہدایت کے ایک شخص  
 بسبب محبت کے ایسا مرتبہ قرار دیا کہ وہ تعلیقِ سوامین سے ہر جہاں ذکر ہے تو اسے  
 شخص کا اگر شیعوں کی روایت سے تعلیقِ سوامین کے ساتھ مشورہ نے کا ذکر ہے تو کس  
 شخص سے اس کی روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے اور اگر کافی کی روایت سے یہ قطعاً  
 اگر علما نے شیعہ جانتے ہیں کہ نبوت کے سے صرف محبت کافی ہے یہی ایمان ہے  
 ایسی عمل ہے نماز روزہ کی ضرورت نہیں بلکہ جیسا کہ مخاطب صاحب تحریر فرمایا ہے  
 کہ کتب معتبرہ حضراتِ اہل سنت سے جو روایت ہے غلط کہنے ہیں اور جو آئندہ کرہ  
 دینے پر جہاں ولی بلکہ بعد از روایت وہی نتیجہ عمل سے اہل سنت کے لیے نکلے گا۔  
 ان سب سے قطع نظر کر کے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث کافی کا جو مفہوم ہے  
 یعنی انسان کا اس کے ساتھ ہونا جسے دوست رکھتا ہو اگرچہ وہ ایسا عمل نہ کیا لایا ہو  
 اس کے محبوب کے ہیں) بعینہ اس نفی کے احادیث کتب معتبرہ حضراتِ اہل سنت میں بکثرت  
 موجود ہیں چنانچہ شکوۃ شریف کے بابِ حب فی الدنیا و الدنیا فصل اول میں روایت  
 مجید بن مسعود سے مروی ہے۔

ابن مسعود نے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عن ابن مسعود قال جاء  
 شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں رجل الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 آپ اس شخص کے باب میں کہ دوست رکھا اس نے فقال یا رسول اللہ کیف  
 ایک قسم کو اور اس نے متفق نہیں ہوا یعنی ایسا اعمال تقول فی رجل احب قوماً  
 نہیں کہ جسے اس قوم محبوب ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ و لم یلق یومہ فقال المرء مع  
 آدمی اور اس کے ساتھ ہو گا نہیں اس سے دوست رکھا۔ ابن احب متفق علیہ



علامہ ہارون الدیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب دوم میں ابو ذر سے نقل فرماتے ہیں۔  
 کہا ابو ذر نے یا رسول اللہ ایک شخص دوست ام ابو ذر قال یا رسول اللہ الرجل  
 رکھتا ہے ایک جماعت کو اور استطاعت یحب الخیر ولا یستطیع ان  
 نہیں رکھتا کہ او کا ساما عمل کرے آنحضرت نے فرمایا یصل کلمہ فضائل یا ابا ذر  
 سے ابو ذر تو اس کے ساتھ ہو گا جنہیں تو نے انت مع من احببت فاعادھا  
 دوست رکھا ابو ذر نے پھر اپنے قول کا اعادہ کیا ابو ذر وفا عا دھا رسول اللہ  
 آنحضرت نے بھی جواب کو مکرر ارشاد فرمایا۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
 نیز بیع الاربار کے اسی باب میں انس سے مروی ہے۔

انس سے مروی ہے کہ دیکھا میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں رایت اصحاب رسول اللہ  
 علیہ السلام کو کہ شادان ہو ایک شئی سے کہ نہیں دیکھا صلی اللہ علیہ وسلم فرحوا لشیئ لم  
 ہونے انہیں کہ شادان ہو چون اس سے زیادہ کسی شئی سے ارحمہم فرحوا لشیئ اشد منه قال  
 ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص ایک شخص کو سبب جل یا رسول اللہ الرجل یحب  
 عمل خیر کے دوست رکھتا ہو اور خود ویسا عمل نہیں الرجل علی العمل من الخیر ولا یصل  
 کرتا کہ انس نے کہ پس یا آنحضرت علیہ السلام کہ آدمی مثله قال فقال علیہ السلام  
 ہمراہ او کو ہو گا جس نے دوست رکھا۔ المرء مع من احب

ذرا ناظرین ملاحظہ کریں ان روایات حضرات اہلسنت کا مفہوم کافی کے اور صحیح یہ سو  
 جہر مخالف صاحب نے اعتراض کیا ہے کیا متحدہ ہے نہایت فسوس کی بات ہو کہ ہمارے  
 محترم مخالف کو شیعوں کی مخالفت کے جوش میں اتنا بھی خیال نہ آ کہ ہم او کو کیا کہی جن شیعوں پر  
 لاطائل اعتراض کرتے ہیں جیسی ہی حدیثیں ہمارے یہاں بھی موجود ہیں لیکن ہمیں ایسا  
 خیال ہے کہ ہمارے مغز مخالف کو اپنے یہاں کے مشورہ کثیر اللہ اول کتب کے ملاحظہ کی  
 نو بہت نہیں آئی ہے یا اولی اسعد او ان کتب کے طالب سمجھ کر کیسے کفایت نہیں کرتی

۵۳  
 انتہاء فی شرح  
 انتخاب النور فی شرح



بہر حال ہم انہیں دو سادہ صلاحیتیں ہیں کہ اگر اول ہو تو مناسب ہے کہ پہلے اپنے بیان کے  
کتاب کی سیر فرمالیں اور در صورت ثانی پھر دونوں تحصیل علم فرمائیں بعد اوسکے میدانِ نماز  
میں قدم رکھیں۔

اب ہم مخاطب صاحب کی ادنیٰ عبارت کی قلمی کوششیں کرتے ہیں جو روایت کافی کے نقل  
کرنے سے پیشہ رقم فرمائی ہے قولہ علماء شیعہ یہ بھی جانتے ہیں ائمہ قولنا  
اور علماء شیعہ ایسا جانتے ہیں کہ کونسا کتا کرتے ہیں اسلئے کہ جب محبت میں بیان ہو  
(جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں) تو محبت کا نجات کیلئے کافی ہونے کا قائل ہوا مثل اسکا کہ  
کہ ایمان کے نجات کیلئے کافی ہونے کے قائل ہوں پس کیا مخاطب صاحب یہ کہہ سکتے  
ہیں کہ مجرد ایمان نجات کیلئے کافی نہیں ہے اور اگرچہ یہ مسلم نہیں ہے کہ جس شخص کو حب  
فی اللہ موجودہ مطلق عمل نہ بجالائے لیکن اگر یہ فرض بھی کیا جائے کہ محبت بے مطلق  
عمل کے بھی بانی جاسکتی ہے تب بھی صریح حسب تصریح علماء اہلسنت مجرد ایمان ہی مکمل  
بغیر صوم و صلوٰۃ کے نجات کیلئے کافی ہے پس اس صریح صرف محبت بھی بغیر اعمال کے  
نجات کیلئے کافی ہوگی اسلئے کہ محبت میں ایمان ہے۔

اور بالآخر ہم یہ کہتے ہیں کہ علماء اہلسنت بھی محبت کے سبب نجات بلکہ محبت ہی  
قوی تر ذریعہ نجات کا سمجھتے ہیں چنانچہ مرزا محمد حارثی کہ علماء شہورین اہلسنت سے ہیں  
کتاب مفتاح البقا کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

بعد حمد و ثناء کے مخفی نہ رہے کہ نہیں ہے نجات آخرت اما بعد فلا یخفى انه ليس لنجاة العبد  
کیلئے کوئی ذریعہ قوی تر محبت آل مصطفیٰ و آل حضرت در بعدہ اقوی من عبادة آل المصطفیٰ  
پر پاکیزہ ترین درود نازل ہو۔  
علیہ من الصلوات ما هو الا کے

اور سید علی ہمدانی کہ یہ بھی مشہورین علماء اہلسنت ہیں وہ اقرب کے دیباچہ میں فرماتے ہیں  
لہذا دیکھو صحیح بخاری جلد ثانی کتاب الحجہ صفحہ ۳۹۱ حدیث من امن باللہ ثم اذاع سکا حاشیہ نقول شرح کرانی ۱۰



و بعد پس تحقیق کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا اے  
 حبیب! میں طلب میں تم کو تبلیغ رسالت پر کوی  
 اور بجز محبت قربا کے اور فرمایا رسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے دوست کو جو خدا کو سبب بن نہتو کہ تم جو عطا  
 کی میں رد دوست کو جو سبب سستی خدا کو اور دوست  
 رکھو سبب اہل بیت کو سبب میری محبت کے چکے ہوئی  
 محبت اہل نبی ایسی سوال کی گئی کہ بایں حیثیت کے حکم  
 کیا خدائے پر حبیب بنی کو کہ نہ طلب کریں نبی مگر  
 سو کثرت افزا کے اور ضروری سبب نجات پر دستار  
 کیلئے اور موجب کے اوپر پہنچنے کا طرف انخست اور اولی  
 اہل علیہم السلام کے جیسا کہ فرمایا ابو جعفر علیہ السلام  
 نے کہ جو شخص دوست کو کہ کسی جماعت کو محشور کیا  
 جائیگا اور کافرہ میں نیز و یا کہ آدمی ہمارا اور کافر ہو  
 او سننے دوست کا پس جیت ہی او چہرہ تنگاری کی  
 طریق وصول راہ قبول کی محبت رسول اہل بیت قبول  
 اہل بیت قبول

پس جو وقت کہ علمائے حضرات اہل سنت بھی اس امر کے معترف ہیں (اگرچہ زبان ہی  
 ہو) کہ محبت سبب نجات ہو بلکہ ہی قوی تر ذریعہ نجات ہو تو اگر علمائے شیعہ بھی محبت کو نجات  
 کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو کیوں مورد اعتراض قرار دیے جاتے ہیں جناب مخاطب صاحب!  
 از براے خدا کچھ تو شرم فرماے کہ شیعوں کی رد کے زعم میں اپنے ٹھہرے آپ اپنے علماء  
 و احادیث پر اعتراض فرماتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ آپ کے اہل مذہب آپ کے  
 حتمین کیا کہیں گے کیا ایسی ہی باتوں کی قدر کے آپ دے خواستگار میں قول ہی یا ہو



یسی عمل پر قولنا علماء شیعہ کے نزدیک محبت کا تامنی یا ان اعمال جو انھیں مخاطب کا ایک  
ایسا غیر واقع ادعا ہو جسکے ثبوت میں وہ ایک شیعہ عالم کا بھی قول نہیں پیش کر سکتے ان علماء  
شیعہ محبت کا ہر انعم دین بکر میں بن افضل اعمال جانتے ہیں اور اس عقیدہ کی صحیح و حق منہج کی  
شہادت کتب اہلسنت دے ہے ہیں کہ امر قول نماز روزہ اور قولنا اگر ضرورت سے  
یہ مراد ہے کہ نجات کیلئے نماز روزہ کو شرط نہیں جانتے اور محض ایمان و محبت کو نجات  
کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو یہ سلسلہ ہے مگر کسی قسم کا اعتراض کرنا اور علماء اہلسنت پر  
اعتراض کرنا ہے جو شیعوں کے اس قول میں شریک ہیں اور اگر عدم ضرورت سے یہ مراد ہے  
کہ علماء شیعہ کے نزدیک نماز روزہ کا بجالانا کچھ ضروری نہیں ہے تو یہ بالکل غلط ہے اور ایک  
ایسا قول ہے کہ غالباً سوئے مخاطب صاحب کے آنشک کسی نے شیعوں کی طرف متوجہ  
کیا ہو گا۔

حضرت ابن علیؑ سے شیعہ تو سلفا عن خلاف نماز روزہ و دیگر اعمال اجنبیہ مسنونہ کے  
خود عامل رہا اور وہ گواہ کے بجالانے کی شدید تاکید میں کرتے آئے ہیں اور ان کے  
تذکرہ کو ہر طرح تقدیم و تہنیت فرماتے رہے ہیں جسکے کسی کسی کا کافی میں کہتے ہوں۔  
انہیں ہر قسم کے بیانیہ منتقد کہنے گئے ہیں۔

قولہ اسی لئے لا قولنا افسوس ہے کہ ہمارے مخاطب نے غیر واقع امور بیان کر لئے کا  
بیڑا اٹھالیا ہے، میں تو یاد رہا کہ اس کے ارشادات کو کہہ بہ صریح و واضح کہتے بھی  
حیا آتی ہے مگر کیا تعجب ہے کہ انہیں ایسی باتیں تحریر کرتے ہیں پیش نہیں ہوتا بھلا  
کیا وہ اپنے اس امر کی تصدیق میں کہ علماء شیعہ اپنے علوم کو ہر فضائل نوحہ و طعن کچھ  
نہیں سکھاتے، کوئی ایک ثبوت بھی پیش کر سکتے ہیں۔

چونکہ مطلق تعلیم فضائل نوحہ و طعن سے ہمیں خود اعتراف ہوا اسلئے عرض پر دراز  
خداست مخاطب میں کہ اگر علماء شیعہ اپنے علوم کو فضائل نوحہ و شیون و طعن نہیں بلکہ



مطاعن کشیدہ و اقیقہ تعلیم کرتے ہیں تو آپ کو کیوں گران خاطر گذرے اسلئے کہ یہ سب باتیں تو آپ کے کتب معتبرہ میں بھی موجود ہیں پس آپ کو تو اور خوش ہونا چاہیے اسلئے کہ علماء شیعہ گویا آپ کے مذہب کی باتوں کی تعلیم کرتے ہیں اور اگر آپ کو ہمارے بیانیہ کچھ شک ہو تو لیجئے ہم آپ کے کتب کا بھی حوالہ دیے دیتے ہیں اما فضائل و احسان و کتب و کتب و کتب امام احمد بن حنبل سے کہ جو ائمہ اربعہ سے ہیں کسی عظیم فضیلت اہلیت پر گریہ کر سکی اپنی کتاب مناقب میں امام حسین صلوٰۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی ہے۔

فرمایا امام حسینؑ نے کہ جس کیلئے انکھ باری خیمت عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما میں ایک آنسو دی یا اسے ایک قطرہ گرایا قال من دعت عینا فینا دمعۃ او عطا کر گیا او آئینہ اور ایک روایت میں ہی قطرت عینا فینا قطرة اناہ اللہ فی شکون کر گیا او سے حق تعالیٰ جنت میں روایت ہوا اللہ عز وجل کحیۃ

جو حضرات مظلوم کر کے مصائب پر گریہ و زاری کو ممنوع بلکہ عیاذ باللہ حرام بتلاتے ہیں وہ فوراً انکھیں کھول کر اپنے امام صاحب کی اس روایت کو ملاحظہ کریں اور یہ خیالات سدہ سے توبہ کریں اما مطاعن یہ بھی جناب مخاطب ہی کے یہاں کتب معتبرہ اور ثقافت کا تعلیم کیا ہوا سبق ہے پھر اگر علماء شیعہ بھی ہی باتیں یا مثل ذلک جو آپ کے کتب معتبرہ میں مسطور اور آپ کے مذہب کے ثقہ لوگوں کی زبان زد ہیں اپنے عوام کو تعلیم کرتے ہیں تو ان کیوں ناحق غصہ کیا جاتا ہے۔

قولہ کافی کے کتاب الرضیٰ بن زید بن معاویہ سے روایت ہے قولنا جناب مخاطب نے صرف الفاظ حدیث ہی کی تحریف پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ ادنیٰ حدیث کا نام بھی بدل دیا برید (بضم باء و حوحدہ و فتح راء ممل) بن معاویہ کو زید (بفتح یا و تحاتی) بن معاویہ تحریر فرمایا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ علم جلال میں اپنی بیانت و واقفیت ظاہر کر نیکی

۱۔ اس روایت کو کتاب امام احمد بن محمد شافعی نے بھی حواشی میں نقل فرمایا ہے ۲۔ دیکھو انتصار شیعہ نمبر صفحہ ۲۲۔



لئے حاشیہ پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ درہ زید بن معاویہ کا آل حسین بنین بکا حضرت عباس علیہ السلام  
 شہید کر بلا کا پوتا ہے، لیکن نسب کے او کے اظہار لیاقت نے برعکس نتیجہ دکھایا۔ کیا ان کے  
 یہ منکر تعجب ہو گا کہ زید بن معاویہ سن ۴۸۱ م کا نہ کوئی شخص صاحب نام محمد باقر علیہ السلام سے  
 ہے نہ کوئی زید حضرت عباس علیہ السلام کا پوتا ہے صرف کتب اہل تشیع ہی نہیں بلکہ کتب حضرات  
 اہل سنت مثل عمدۃ الطالب (کہ جس میں خاص کر اولاد حضرت ابوطالب کے حالات  
 ہیں) وغیرہ میں بھی یہی احتیاطاً ذکر کیا لیکن حضرت عباس علیہ السلام کی اولاد میں معاویہ ہے  
 نہ او کے پوتوں میں کوئی زید بلکہ او کی سلسلہ اولاد بہرہ میں ان دونوں میں سے ایک کے  
 ساتھ بھی کوئی اسمی نہیں پایا جاتا اسوس کہ جناب مخاطب اپنی اظہار لیاقت میں مطلقاً  
 وہ برے کام نہ لیا اور نہ بن شیعوں کے ایک راوی کے نام کی تحقیق میں ایسا وحش  
 غلط کے کہ جنہیں دیکھ کر او کے احباب خاص بھی انگشت بزدان ہوں گے  
 شرم !!! شرم !!! شرم !!!

تفسیر واضح ہو کہ حضرات اہل سنت باوصفیکہ محبت اہل بیت صلوٰۃ اللہ علیہم کا بظاہر بہت  
 کچھ ادا کرتے ہیں لیکن او کے دعوے کی حقیقت اسی سے دریافت ہو سکتی ہے کہ جو احادیث  
 کتب اہل تشیع میں اہل بیت کی محبت کے فضائل کے بیان میں مروی ہیں او پر اسے  
 درجہ کی تشکیات و استہزا فرماتے ہیں اور انہیں مخالف شریعت و وضعی قرار  
 دیتے ہیں۔ دیکھئے خاتم محمد بن اہل سنت مولوی شاہ عبدالغفر صاحب نے  
 تحفہ اشاعہ عشرہ کے باب الکایدین حدیث لا یعدن باللہ بالناذرن والی علیا  
 (نہیں عذاب کرے گا اللہ آتش جہنم سے اوس پر جس نے دوست رکھا علی کو) اور  
 مثل اسکے جو احادیث کتب اہل تشیع میں بطورین او پر کیا کچھ طبع آزمائی فرمائی  
 حتیٰ کہ ان احادیث کو موجب ارتکاب معاصی و محرمات و فواحش و ترک عبادات  
 بلکہ پناہ خدا باعث برہمی احکام شریعت و ترغیب بزندہ قرار دیا ہو چنانچہ



# باب الکامدین یون رطب لسان ہوئے ہیں۔

”کید چار دم۔ آنکہ عوام را فریب دہ اند بر وایتہ احادیثی کہ دلالتہ دارند بر کفایت محبت جناب امیر المومنین و ذریعہ ایشان در نجات از عذاب آخرت بی آنکہ بجا آوردن طاعات واجبات و معاصی را دستہ باشد من ذلک ما روی السمرقانی عندهما بالصدق اعنی بأبویہ عن ابن عباس و غیرہ أنه علیہ السلام قال لا یعذب اللہ بالنار من الی علیاً و چون نفوس عوام در باب شہوات مشغوف است باطلاق و اباحتہ و داد و تحشیش و ترغیب دادن و ارتکاب معاصی و محرمات نمودن و از عبادات دل و زردیدن و تحاسل و اہمال و حران کردن این بشارتہ عاجلہ و فرہین ایشان کمال رسوخ میکنند باین غریب یگارانید، (و کیونکہ اثنا عشر صفر ۹۲)

## تیز اسی باب میں فرماتے ہیں۔

”و کید سی و ہشتم آنکہ حدیث موضوعہ نسبت کنند بجناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود شیعہ علی را سوال خواہد بود از بیچ گناہ صغیرہ و کبیرہ بلکہ سیئات ایشان بدل بحسنات شوند و آنکہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از حضرت باری تعالیٰ و وایت فرمودہ کہ لا اعلن بل حداد الی علیک و از عصائے داین فقرات راہ بسیار از شہوت پرستان باحت دوست زدہ است و بدست آویز این موضوعات و ادبیاتی و ارتکاب فواحش میدہند و اصلاحی بفرمایند اینقدر نمی فہمند کہ ہر گاہ بوسیہ محبت ایشان بیچ گناہ فرزند سیئات بدل بحسنات شوند و ذات عالیات ایشان چرا تخلیق طاعت بالستی کشید،

## اور آخر میں اس کید کے فرماتے ہیں۔

وہ ابجملہ مقصود ایشان ازین فقرات برہم زدن احکام شریعت و ترغیب و تمہید



باب است و زندہ است ۱۱ (تحدیثاً عشرہ صفحہ ۱۰۲)

لکن یہ پر ظاہر ہے کہ ایک بہت بڑی دلیل ہمارے مذہب کی حقیقت کی یہ بھی ہے کہ ہمارے مخالفین ہمارے ہی حدیث یا عقیدہ پر معترض ہوتے ہیں خود انہیں کتب معبرہ سے اونکے خلاف اور ہماری نوید شہادتین حاصل ہو جاتی ہیں جس کے بخوبی یہ دریافت ہو جاتا ہے کہ یہ مذہب ایسا حق و صواب ہے کہ جو لوگ اسکے منکر و مخالف ہیں انہیں بھی مجبوراً اپنے عقیدہ کے خلاف گواہی پناہ پڑی ہے یہ اور بات ہے کہ ہٹ و ہرمی و نا انصافی یا کسی غرض سے اپنی اوسے راے پر قائم رہیں کہ جسکی غلطی انہیں کے اقوال سے ظاہر ہوتی ہو ورنہ کیوں جاسیے احادیث حب ہی کو ملاحظہ کر لیجئے کہ جن شاہ حساب کیسے تشیع فرما رہے ہیں لکن انہیں کے مشاہیر علمائے اس جہ میں جو روایات نقل فرما رہے ہیں وہ بالکل اہل تشیع کے اور احادیث کے ہم معنی ہیں جن پر طعن و تشیع کی گئی ہے ہم بالاختصار ختام سک بھکر بیان پر بعض احادیث نقل کرتے ہیں۔

تمام خطیب بن عساکر نے کہ جو عالم علمائے اہلسنت و ابن عباس سے روایت کی ہے کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسول خدا نے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ کہ محبت علی کھا لیتی ہے گناہ کو جو بطرح کہ کھا و سلم حب علی یا کل الذنوب کھا لیتی ہے آگ لکڑی کو۔

دیکھی جو کہ اکابر علمائے اہلسنت سے ابن معاذ سے روایت کرتے ہیں۔

فرمایا رسول خدا نے کہ محبت علی بن ابیطالب ایسی نیکی ہے کہ قال حب علی بن ابیطالب کہ او سکو ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اذکی دشمنی حسنۃ لا یضر معها سیرۃ و بغضہ ایسا گناہ ہے جسکو ساتھ کوئی ثواب خیر نہیں ہوتا۔

اور علامہ خطیب نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

ابن عباس کہ فرمایا کہ کما یؤمر بالتحاب سوا کہ کیا کہ عن ابن عباس قلت للمحب



آتش کیسی کوئی جواز ہو دینا کیا کوئی ایسی چیز ہو جس کا آتش بل طر  
برسوا گزرتا ہو جائے فرمایا اب ان میں سے کسی کو یہ کیا ہو فرمایا مجھے اب اس کی  
اور صحیح مسلم کتاب الایمان و صحیح ترمذی و نسائی میں زر بن حبیش سے مروی ہے۔

کہ زر بن حبیش نے کہ فرمایا علیؑ نے قسم ہر اوس خدا کی سو  
شکافہ کیا وہ کو اور پُرش کیا اس کو ضرر مجھ سے فرمایا ہو و برء النعمۃ انہ لعہد السنہ  
بنی امی لے کہ نہ دوست رکھے گا مجھ کو مومن اور الامی الی ان لا یحببہ لامؤمن  
نہ دشمن رکھے گا مجھے مگر منافق۔ ولا یغضنہ الامنافق۔

اور سید علی مدانی نے مودۃ القریب کے مبدت ثانیہ میں محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے۔

محمد بن حنفیہ نے اپنے پدر بزرگوار علی علیہ السلام عن محمد الحنفیۃ عن ابيه علی  
سور روایت کی ہے فرمایا علیؑ نے کہ ایک دن میں  
سور ہاتا کہ دفعۃً رسول خدا تشریف لائے اور مجھے  
دیکھا اور مجھ کو اپنے قدم مبارک سے حرکت دی اور  
فرمایا مجھے اٹھو خدا کرین ہم تم پر اپنے باپ و ماں کو  
پس تحقیق کہ میرا پس جبریل آئے اور کہا کہ بشارت  
دیجئے مہین (علیؑ) اسکے کہ ضرور ضرور بخشد  
اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی ذریت کو اور ان کی شیعوں کو و لدن ریتہ و شیعتہ و لمحہ  
اور دوستانہ و ان کو اور ضرور جس شخص نے طہن کی اوپر و ان من طعن علیہ و یحبس  
اور غضب کرے حق و کائنات آتش و زنج میں ہوگا۔ رجعت فی النار۔

یہ احادیث تو ایسے صحیحین خاص کر امیر المومنین علیہ السلام کی محبت کے فضائل بیان ہو  
ہیں اور جنہیں ہم نے اس مناسبت سے پہلے نقل کیا کہ شاہ صاحب نے خاص کر انہیں

۱۷ اس حدیث کو مزید پیشتر کی احادیث کے ہمنام کتاب فتاح النجا سے نقل کیا ہے۔ ۱۲



اجنباب کی محبت کے باب میں جو احادیث کتب اہل تشیع میں منقول ہیں ان پر استنباد و اعتراض فرمایا ہے  
 تاکہ اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایات جو اکابر اہلسنت نے نقل فرمائے ہیں اہل تشیع کے  
 اولیٰ احادیث کے کس قدر ہم معنی ہیں جن پر اعتراض کیا گیا ہے اب بعض احادیث عام طور پر بیہودہ  
 علیہم السلام کی فضیلت و محبت کے ملاحظہ فرمائیے مودۃ القربیٰ کی مودۃ ثانیہ میں ابن عباس سے مروی ہے  
 کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال  
 کہ میں سب لوگوں میں سے پہلا شفاعت کنندہ ہوں گا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول الناس  
 پر میری ذریت پر ہمارے دوست داخل ہوں گے شفاعت ذریتی ثم یحبونا یدخلون  
 جنت میں بغیر حساب کے نہ سوال نہ جواب نہ گناہ سے الجنة بغیر حساب لا یسألون من  
 بعد معرفت و محبت کے - ذنبہم بعد المعرفة والحبۃ

تیسرا اسی مودۃ میں ابن مسعود سے مروی ہے -

کہ ابن مسعود نے کہ فرمایا رسول خدا نے عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال  
 کہ محبت آل محمد کی ایک دن بہتر ہے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب آل محمد  
 سال کی عبادت سے اور جو کوئی مر گیا اس محبت پر جو ماخیز عبادۃ سنتہ میں  
 داخل ہو گا جنت میں - مات علیہ دخل الجنة

امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مجھ اور حسین اور علی و  
 فاطمہ کو دوست رکھے وہ ہر روز قیامت تک میرے ساتھ بہشت میں ہو گا چنانچہ محمد سالم بخاری  
 رسالہ اصول ایمان میں فرماتے ہیں -

”در حدیث آمدہ کہ ہر کہ دوست دارد مرا و دوست دارد حسن و حسین بدر و ماور

این ہر دو را ہمراہ من باشد و بہشت در روز قیامت رواہ احمد و الترمذی

عن علی علیہ السلام فطوبی للعبید یعنی خوشی برائی دوستداران باو

ہیئت ہی سعادت انکس یافت بہرور بہرین ثبات عن علی رضی اللہ عنہ (اصول ایمان صفحہ ۱۱)



اور ابو عبد اللہ نے کہ جو مقتدی دین حضرت اہلسنت میں روایت کی ہو کہ فرمایا رسالت کی محبت آل محمد کی باعث نجات ہے آتش و ذرخ سے اور باعث گدڑ ہے صراط پر سے اور باعث آمان ہے عذاب سے چنانچہ مولوی محمد سالم صاحب فرماتے ہیں۔

”ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حکیم الترمذی کہ از مقتدا دین است روایت کردہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود جب آل محمد براءۃ من النار و حب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لال محمد امان من العذاب یعنی دوستی آل محمد برارت از آتش و دوستی آل محمد گدشتن بر صراط است و دوستی آل محمد امان است از عذاب“ (اصول ایمان صفحہ ۱۰)

اور لطف یہ ہے کہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اس روایت کو بغیر سیرا سے باب المکائد میں نقل کیا ہے چنانچہ کید نو دو و کم میں فرماتے ہیں۔

”و حکیم ترمذی در نوادر الاصول فی اخبار الرسول از مقتدا دین اسود روات دارد کہ فرمود معرفۃ آل محمد براءۃ من النار و حب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لال محمد امان من العذاب“ (تحفہ صفحہ ۱۷۰)

ابو اسحق ثعلبی نے عبد اللہ بجلی سے روایت کی جبکہ ماہی حاصل یہ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ محبت آل محمد پر مرگیا شہید و مغفور مرگیا اور اسکی قبر میں دو دروازے جنت کے کھول دیے جائینگے اور حق تعالیٰ کہ رحمت کو اسکی قبر کا زوار کرے گا اور جو آل رسول کی عداوت پر مرگیا بر ذر قیامت اسطرح آئیگا کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا ”اے رحمت خدا سے“ اور بہشت کی بو بھی سونگے گا چنانچہ رسالہ اصول یا مینین سطور پر۔

”و ابو اسحق ثعلبی روایت کردہ از عبد اللہ بجلی کہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الا من مات علی حب آل محمد مات شہیداً الا من مات علی حب آل محمد مات مغفوراً الا من مات علی حب آل محمد مات فی قبرہ بابان من الجنة الا من مات علی حب



